علمائے کرام کا وٹس ایپ گروپ

بزم علماء والأئمہ

03345613913

Scanned with CamScanner

اسلام میں عورت کا کردار

مصنف
حضرت مولانا مفتی محمد شعیب اللہ خان صاحب مفتاحی
(بانی و مہتمم جامعہ اسلامیہ مسیح العلوم، بنگلور)

www.besturdubooks.wordpress.com

شعبۂ تحقیق و اشاعت
Jamia Islamia Maseehul Uloom, Bangalore
K.S. Halli, Post Kannur Village, Bidara Halli Hobli, Baglur Main Road, Bangalore - 562149
H.O # 84, Armstrong Road, Mohalla Baidwadi, Bharthi Nagar, Bangalore - 560 001
Mobile : 9916510036 / 9036701512 / 9036708149

Scanned with CamScanner

بزمِ علماء والأئمة

صرف علماء، طلباء اور خطباء شامل ہوں

03345613913

آنے والا جمعہ کس عنوان پہ مناسب یا ضروری ہے

اس بارے میں

اپنی مفید آراء و تجاویز اور ان
سے متعلقہ کتب اوپر دئیے
گئے نمبر پہ ارسال فرمائیں

Scanned with CamScanner

اسلام میں عورت کا کردار

تقریظ	2
تقریظ	3
انتساب	4
مقدمہ	6
فصل اول۔ اسلام میں عورت کا مقام	8
عورت بہترین دولت	8
نبی علیہ السلام کی پسند	8
عورتیں مردوں کے ہم دوش	9
عورتوں کے حق میں خیر کی وصیت	10
عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق کی تلقین	10
فصل دوئم۔ عورت، کتنی اچھی کتنی بری	11
فصل سوئم۔ مومن عورت کے اوصاف قرآن کے آئینے میں	13
آیت کا شان نزول	14
مومن عورت کے قرآنی اوصاف	15
فصل چہارم۔ مومن عورت کے اوصاف احادیث کی روشنی میں	20
دینداری عورت کا کمال	20
عفت و پاکبازی	21
پردہ و حیاء	21
کیا عورت کے لیے چہرے کا پردہ ہے؟	23
گھریلو کام کی عادت	32
علم دین کی طلب و تڑپ	33
عبادت و تقویٰ	35
ذکر و تلاوت کی پابندی	36
فصل پنجم۔ عورت کے لیے ناپسندیدہ صفات و اعمال	38
جاہلی تبرج	38

Scanned with CamScanner

عورت کی امارت	39
بے حیائی و بے پردگی	41
مردوں سے مشابہت	42
باریک کپڑے پہننا	43
بلا محرم سفر	44
آرائش و زیبائش میں حدود سے تجاوز	46
بدن گودنا و گدوانا	49
بال نوچنا	50
بالوں میں بال ملانا	50
دانتوں کے درمیان جگہ بنانا	52
سر پر جوڑا باندھنا	53
سر کھلا رکھنا	54
فصل سادس۔ عورت اور ازدواجی زندگی	55
شوہر کی عظمت و عزت	56
شوہر کی اطاعت و خدمت	58
شوہر کی رضا و خوشی کا اہتمام	61
ایک تنبیہ	64
شوہر کی ناشکری و ناقدری سے پرہیز	64
شوہر کے لیے زیب و زینت	66
گھر اور بچوں کی حفاظت	68
بچوں کی تربیت و نگرانی	69
شوہر کے والدین اور رشتہ داروں سے سلوک	73
گھر کے کام کس کی ذمہ داری ہے؟	74
بیوی کی کوشش	75
ولادت اور ضبط ولادت	77
فصل سابع۔ عورت کیا کچھ کر سکتی ہے؟	83
ایک حدیث کی عجیب تشریح	83

Scanned with CamScanner

ہاتھ کی محنت اور پیسہ کمانے کی ترغیب	84
عورت اور تعلیمی سرگرمیاں	85
ایک اشکال	90
عورت اور دینی و ملی خدمات	90
عورت اور دعوت ایک واقعہ	94
عورت اور سماجی خدمات	96
عورت اور معاشی سرگرمیاں	97
عورت اور حربی و جنگی سرگرمیاں	102
دعاء اختتام	104

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

اسلام میں عورت کا کردار

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

تقریظ

حضرت اقدس مفتی نصیر احمد صاحب دامت برکاتہم
سابق صدر مفتی مفتاح العلوم جلال آباد و بانی و مہتمم ادارہ فیض مسیح الامت
بڑوت (یو پی)

حامداً ومصلیاً:

راقم الحروف نصیر احمد غفرلہ عرض رساں ہے کہ مولانا شعیب اللہ خان مفتاحی صاحب، مہتمم مدرسہ مسیح العلوم بنگلور کا رسالہ "اسلام میں عورت کا کردار" بعض جگہ سے دیکھا اور اس کے مضامین کا اجمالی مطالعہ کیا بہت جامع اور نافع معلوم ہوا جو طبقہ نسواں کیلئے راہ راست اور طبقہ رجال کیلئے من حیث التبلیغ والتعلیم والتربیۃ کامل زبان اور فصاحت بیان ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے سب کو مطالعہ وعمل کی توفیق عطا فرمائیں آمین

(مفتی) نصیر احمد غفرلہ

وارد حال

مدرسہ مسیح العلوم [illegible] بنگلور

۱۲ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

تقریظ

حضرت مولانا محمد اسلم صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب دامت برکاتہم
مہتمم مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور، یوپی

حامداً ومصلیاً:

امابعد: جو لوگ اسلامی احکام سے ناآشنا ہیں، قرآن وحدیث کی روشنی سے محروم ہیں اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام نے عورت کی آزادی سلب کرلی ہے، اسے گھر کی چار دیواری میں محصور کردیا ہے، ایسے لوگوں کے لیے صاحب فضل وکمال حضرت مولانا مفتی شعیب اللہ خان مفتاحی نے جن کا اعتراف ہے

آئین جواں مرداں حق گوئی وبیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

"اسلام میں عورت کا کردار" تصنیف فرمائی ہے، جس میں قرآن وحدیث کے آئینے میں عورت کا مقام دکھلایا ہے، وہ مذہب اسلام ہی ہے جس نے عورت کو عزت کا مقام عطا فرمایا، اسلام آنے سے قبل عورت کا یہ حال تھا

اگر جنمتی دختر کوئی تقدیر کی ہیٹی
نگاہوں سے بری معلوم ہوتی تھی اسے بیٹی
گڑھا ایک کھود کر دختر کو زندہ گاڑ دیتے تھے
کوئی کچھ تھا اس میں کہ اس کو پچھاڑ دیتے تھے

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

قرآن پاک نے "وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ" (الآیۃ) کہہ کر عورت کو حیات
بخشی۔ حضرت مولانا صاحب مصنف نے کتاب ہذا میں عام فہم انداز میں عورت کے حقوق،
تعلیم و تربیت، آداب زندگی قلم بند فرمائے ہیں۔ یہ کتاب ایک نسخہ ہے جس کے
استعمال سے گھر اور معاشرہ درست ہو سکتا ہے۔ خدا کرے یہ کتاب ہر گھر میں پہنچ جا
ئے اور امت کو استفادہ کی توفیق ہو۔

دعا ہے رب ذوالجلال قبول فرما کر مصنف کو اجر جزیل عطا فرمائے۔

(خادم جامعہ کاشف العلوم)

چھٹمل پور

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

اس مشفق و مہربان ہستی کے نام جس کی مشفقانہ تعلیم و تربیت، مصلحانہ رہبری و ہدایت، دوررس فکر سازی اور حقیقت پسندانہ ہمت افزائی نے ایک ایسے نامبارک ماحول و معاشرے سے جو مادیت کا پجاری، تہذیب جدید کا شیدائی اور اسلام کا باغی ہے جس کی رگ رگ میں حقائق سے چشم پوشی، مزاج میں ظاہر پرستی اور ایمان میں کمزوری ہے اور غفلت شعاری، دین کے معاملہ میں کاہل انگاری اور آخرت سے اعراض و بے اعتنائی جس کی فہرست بن گئی ہے فیشن پرستی، عریانی و بے حیائی جس کے نزدیک ترقی کی علامت و دلیل ہے، بندہ حقیر و فقیر کو نکالا اور اس قابل بنایا کہ تہذیب جدید کے دلدادوں کی نگاہوں میں نگاہیں ڈال سکوں اور فیشن پرستی اور بے حیائی و عریانی کے علمبرداروں کو اسلام کے سامنے سرنگوں ہونے کی پرزور دعوت دوں۔

میری مراد اس سے میری والدہ محترمہ ہیں جنہوں نے ۱۹ ربیع الاول ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۹۸ء بروز پیر ایک طویل علالت کے بعد اللہ کو یاد کرتے کرتے اس دار فنا سے منہ موڑ کر دار البقاء کی طرف کوچ فرمایا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون اللہ ان کی قبر کو نور سے منور کرے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

عمر بھر تیری محبت میری خدمت گر رہی
میں تری خدمت کے قابل جب ہوا تو چل بسی

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی
۷ر جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

التقدیم

جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اسی علم کو ارباب نظر موت
بیگانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کیلئے علم و ہنر موت (اقبال)

مغربی تہذیب و تمدن نے جہاں اور بہت ساری برائیوں کو اپنی شیطانی ملمع کاری سے دلفریب و دلچسپ بنا کر پیش کیا ہے وہیں اس نے عورت کی بے حیائی و عریانی و فحش کاری کو آزادئ نسواں اور مساوات کے خوش کن نعروں اور خوشنما عنوان سے دلچسپ بنا دیا، جس کے نتیجے میں بے حیائی و عریانی اور فحش کاری کا بازار ایسا گرم ہوا کہ موجودہ معاشرہ و تہذیب کی ایک بھیانک شکل کا منظر دکھائی دے رہا ہے اور زن اس تعلیم و تہذیب کی تاثیر سے زنی کی ان صفات و خصوصیات سے عاری ہو چکی ہے جو اس کی معصوم نسوانیت کا طرۂ امتیاز اور طبعی خاصہ تھا، یہی وہ جدید تعلیم و تہذیب ہے جس کو علامہ اقبال "ارباب نظر موت کہتے ہیں"

موت کے اس خونخوار و خوفناک پنجے سے کوئی چیز عورت کو بچا سکتی اور اس کو دوبارہ حقیقی زندگی دے سکتی ہے تو وہ صرف اور صرف اسلام کی وہ تعلیم ہے جس نے جاہلی دور کے وحشی انسانوں کو انسانیت کا سبق پڑھایا، بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہ ہدایت پر گامزن کیا، بے حیائی کے حیا سوز جہنم کو عفت و عصمت کی پاکیزہ تعلیم سے بجھایا، اخلاق و تہذیب کے بہترین باب پر اپنے اصول اخلاق اسباق سے روک لگائی۔

اس کے پیش نظر زیر نظر رسالہ میں عورت کا اصل مقام و مرتبہ، اس کی عزت

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

وضاحت اور اس کی اصل صفات و خصوصیات کو پیش کیا گیا ہے تاکہ وہ تہذیب جدید کی لعنت کا طوق اپنے گلے سے اتار کر اسلام کی تعلیم و تلقین اور نصیحت و ہدایت کے زیور سے اپنے آپ کو آراستہ کرے۔

امید ہے کہ خاتون اسلام، اسلام کی ان تعلیمات کی قدر پہچانتے ہوئے، اپنے آپ کو ان سے آراستہ کرنے کی کوشش کرے گی۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی

۱۰/ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۹ھ

یکم ستمبر ۱۹۹۸ء

مہتمم جامعہ مسیح العلوم، بنگلور

فصل اول

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام میں عورت کو بلند ترین مقام عطا فرمایا گیا ہے اور دیگر معاشروں کی نسبت اسلامی معاشرہ میں اس کو زیادہ تحفظ دیا گیا ہے۔ عام طور پر عورتوں میں یہ خیال پھیلا ہوا ہے کہ اسلام میں عورت کا کوئی مقام نہیں، اس کی عزت وعظمت نہیں اور اس کی جان ومال کو تحفظ نہیں حالانکہ واقعہ اس کے برخلاف ہے۔ ہم اس فصل میں اختصار کے ساتھ اسلام میں عورت کا مقام بتائیں گے۔

● عورت بہترین دولت:

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اَلدُّنْیَا کُلُّھَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا الْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ"

(یہ پوری دنیا ایک سامان ہے اور دنیا کا بہترین سامان "صالح عورت" ہے)(۱)

اس حدیث پاک میں اللہ کے رسول ﷺ نے عورت کو دنیا کی بہترین دولت قرار دیا ہے، جس سے اسلام کی نظر میں اور نبی کریم ﷺ کے پاس عورت کا بلند ترین مقام واضح ہوتا ہے۔

● نبی اکرم ﷺ کی پسند:

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"حُبِّبَ اِلَیَّ مِنَ الدُّنْیَا النِّسَاءُ وَالطِّیْبُ وَجُعِلَ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ"

(دنیا کی چیزوں میں سے مجھے عورتیں اور خوشبو محبوب ہے اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)۔(۲)

یہ ارشاد مبارک اللہ کے رسول ﷺ کی نظر میں عورتوں کی عزت وعظمت اور

---

(۱) مشکوٰۃ ۲۶۷، نسائی ج۲ ص۷۱ (۲) نسائی ج۲ ص۹۳، ج۲ ص۹۳

آپ کے قلب میں ان کی محبت و شفقت پر صاف طور پر دلالت کرتا ہے۔

یہاں ایک بات مجھے کہنا چاہئے کہ یہ حدیث دراصل رسول اللہ ﷺ کے دو اوصاف و کمالات کی طرف اشارہ ہے: ایک یہ کہ آپ انتہائی درجہ کی عبدیت کے حامل ہیں، اس کا ظہور نماز کے ذریعہ ہوا۔ دوسرے یہ کہ آپ نہایت درجہ شفقت کے حامل ہیں، اسی شفقت کی ایک فرع یہ ہے کہ آپ کے دل میں عورت کی محبت ڈالی گئی، کیونکہ عورت ضعیف و نازک مخلوق ہے جس سے شفقت لازم تھی۔ یہی دو چیزیں دین کی اصل ہیں، ایک "التعظیم لامر اللہ" دوسرے "الشفقة علی خلق اللہ"۔

بہرحال اس حدیث نے اللہ کے نبی ﷺ کی پسندیدہ چیزوں میں عورت کو شمار کر کے اس کے درجہ کو بلندی کی انتہائی منزل تک پہنچا دیا۔

● عورتیں مردوں کے ہمدوش:

ایک حدیث میں محسن انسانیت حضرت محمد عربی ﷺ نے فرمایا ہے:

"اِنَّمَا النِّسَاءُ شَقَائِقُ الرِّجَالِ"

(کہ عورتیں مردوں کے برابر کی شقیق و مشابہ ہیں)۔ (۱)

یہاں "شقائق" کا لفظ آیا ہے جو "شقیقة" کی جمع ہے، اس کے معنی آتے ہیں اس چیز کا ایک حصہ جس کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا گیا ہو۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ "شقیقة" کے معنی ہیں ہمدوش، ہمسر و برابر۔ اللہ کے نبی ﷺ نے عورتوں کو درجہ کے لحاظ سے مردوں کے ہمدوش و برابر قرار دیا ہے۔ آج یورپ نے جو مساوات مرد و زن کا نعرہ لگایا ہے اور ہمارے جدید تعلیم یافتہ حضرات اس پر مٹے جا رہے ہیں، یہ دراصل اسی تعلیم کی بازگشت ہے، مگر یورپ نے نعرہ تو اسلام سے لیا مگر اس کا مطلب اپنی طرف سے بیان کر کے اس میں تحریف کر دی اور

(۱) ترمذی: ۱/۲۰۱، ابوداؤد: ۱/۳۱ (۲) دیکھو لغات حدیث: شق

حقیقت یہ ہے کہ یورپ نعرہ تو مساوات کا لگاتا ہے مگر حقیقت میں وہ عورت کو مردوں کے دوش بدوش تسلیم نہیں کرتا بلکہ عورت کو مرد کا کھلونا بناتا ہے۔ اس کے برخلاف اسلام عورت کو مردوں کے ہم پلہ قرار دے کر اس کے حقوق کا تحفظ کرتا ہے۔

◉ عورتوں کے حق میں خیر کی وصیت:

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

اِسْتَوْصُوْا بِالنِّسَاءِ خَيْرًا

(عورتوں کے بارے میں مجھ سے خیر کی وصیت قبول کرو)۔(۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ عورتوں کے بارے میں خیر و بھلائی کی وصیت فرما رہے ہیں اور امت کو حکم فرما رہے ہیں کہ میری یہ وصیت قبول کرو اور عورتوں سے بھلائی کرو۔ کیا اب بھی کوئی یہ کہنے کی جرأت کر سکتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کا کوئی مقام نہیں یا ان کا کوئی حق نہیں؟

◉ عورتوں کے ساتھ حسن اخلاق کی تلقین:

حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سب سے زیادہ کامل ایمان والے وہ ہیں جن کے اخلاق سب سے عمدہ ہوں اور تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے ہوں۔(۲)

دیکھئے اس ارشاد مبارک میں ہمارے آقا حضرت محمد ﷺ نے ان مردوں کو سب سے بہتر قرار دیا ہے جو اپنی عورتوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آئیں۔ اس طرح اس میں مردوں کو تعلیم و تلقین ہوگی کہ عورتوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آنا چاہئے۔ کیا اس سے اسلام میں عورتوں کے حقوق کی رعایت و حفاظت کا علم نہیں ہوتا۔ غرض اسلام نے عورتوں کے درجہ کو بلندی و عظمت کی انتہائی منزل تک پہنچایا

(۱) بخاری:۵۱۸۶، مسلم:۱۴۶۸، مشکوٰۃ:۳۲۳۸ (۲) ترمذی:۱۱۶۲، ریاض الصالحین:۲۷۸

ہے اور اس کے حقوق کو پورا پورا تحفظ عطا فرمایا ہے۔ یہ چند امور نمونہ کے طور پر عرض کئے گئے ہیں، ورنہ اس موضوع پر مواد جمع کیا جائے تو ایک ضخیم جلد تیار ہو جائے۔

فصل ثانی

عورت کتنی اچھی کتنی بری

عورت اگر اچھی ہو جائے تو اس سے دنیا میں اچھائیاں اور خوبیاں پھیلتی ہیں اور اگر وہ خراب ہو جائے تو فساد کی آماجگاہ بن جاتی ہے۔ اگر عورت اچھی ہو تو کوئی چیز اس سے اچھی نہیں، اور اگر وہ بری ہو تو اس سے بری بھی کوئی چیز نہیں۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم اور حضرت آسیہ کو مومنین کے سامنے مثال میں پیش فرمایا ہے اور ان کی تعریف فرمائی ہے۔ حضرت مریم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی والدہ اور حضرت آسیہ فرعون کی بیوی۔ فرعون کی خباثت و شرارت تو سب کو معلوم ہے مگر دیکھئے اس کی بیوی جب نیکی پر آئی تو اس درجہ تک پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن جیسی مقدس اور ہمیشہ رہنے والی کتاب میں بطور مثال اس کا ذکر فرمایا اور اس کی تعریف کی۔

اس کے برخلاف دو اور عورتوں کا ذکر بھی قرآن نے کیا ہے: ایک حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا، دوسری حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مذمت اور برائی کی ہے اور ان کا جہنمی ہونا بیان کیا ہے۔ (سورۂ تحریم ۱۰، ۱۱)

غور فرمایئے! ایک طرف فرعون جیسے سرکش اور مردود کی بیوی آسیہ ہیں، جنہوں نے اچھے اوصاف و اخلاق اختیار کئے اور نیکی کی راہ کا انتخاب کیا تو قرآن مجید میں ان کی تعریف بیان کی گئی اور دوسری طرف حضرت لوط اور حضرت نوح علیہما السلام جیسی مقدس ذوات کی گھر والیاں ہیں، جن کی مذمت و برائی ہمیشہ کے لئے قرآن میں ثبت کردی گئی ہے حالانکہ حضرت لوط و نوح دونوں برگزیدہ ہستیاں ہیں کہ دنیا کا کوئی انسان

بھی ان کے نقش قدم پر چلا تو فلاح پا جاتا مگر ان کی بیویاں ان کے نقش قدم پر نہ چلیں تو عذاب میں گرفتار ہو گئیں۔

جب عورت نیکی پر آتی ہے، عمدہ اخلاق سے اپنے کو آراستہ کرتی ہے اور صلاح وتقویٰ کی زندگی گزارتی ہے تو نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک پر، جس سے سوائے حق کے کچھ نہیں نکلا، عورت کے حق میں یہ الفاظ جاری ہوتے ہیں:

"وَلَيْسَ مِنْ مَتَاعِ الدُّنْيَا شَيْءٌ أَفْضَلَ مِنَ الْمَرْأَةِ الصَّالِحَةِ" (۱)

(یعنی دنیا کی چیزوں میں "نیک عورت" سے افضل اور بہتر کوئی چیز نہیں ہے)

اور جب عورت نیکی کا راستہ چھوڑ کر اخلاق رذیلہ سے اپنے آپ کو ملوث کرتی اور شر وفساد کی زندگی گزارتی ہے تو اسی ترجمان حق زبان سے عورت کے حق میں یہ الفاظ صادر ہوتے ہیں کہ:

"وَاطَّلَعْتُ فِي النَّارِ فَرَأَيْتُ أَكْثَرَ أَهْلِهَا النِّسَاءَ" (۲)

(میں نے دوزخ کو دیکھا اس میں جانے والی اکثر عورتیں تھیں)

ایک طرف مومن مرد کے لیے سب سے زیادہ بہترین چیز تقویٰ کے بعد نیک عورت کو قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا کہ:

"مَا اسْتَفَادَ الْمُؤْمِنُ بَعْدَ تَقْوَى اللّٰهِ خَيْرًا لَهُ مِنْ زَوْجَةٍ صَالِحَةٍ" (۳)

(اللہ سے تقویٰ کے بعد نیک عورت سے زیادہ بہترین چیز سے مومن نے استفادہ نہیں کیا ہوگا)

تو دوسری طرف عورت کو سب سے زیادہ فتنہ کا سبب بھی بتایا گیا ہے، چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

"مَا تَرَكْتُ بَعْدِي فِتْنَةً أَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ" (۴)

---

(۱) ابن ماجہ: ۱۸۵۵ (۲) بخاری: ۳۲۴۱، مسلم: ۲۷۳۷، ترمذی: ۲۶۰۲ (۳) ابن ماجہ: ۱۸۵۷

(۴) بخاری: ۵۰۹۶، مسلم: ۲۷۴۰، ترمذی: ۲۷۸۰، ابن ماجہ: ۳۹۹۸

میرے بعد میں نے مردوں کی لائن میں کوئی فتنہ "عورتوں" سے زیادہ نقصان دہ نہیں چھوڑا ہے۔

معلوم ہوا کہ جب عورت ان اوصاف و اخلاق، خصوصیات و کمالات سے آراستہ ہوتی ہے جو اس کے لیے ضروری ہیں تو وہ دنیا کی سب سے بہترین چیز قرار پاتی ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں بلندی کی انتہائی منزلوں میں جگہ پاتی ہے اور ایک مومن کے حق میں "تقویٰ کی نعمت" کے بعد اگر کوئی چیز اعلیٰ و افضل اور سب سے زیادہ خیر کا باعث ہو سکتی ہے تو وہ عورت ہی ہے مگر یہی عورت جب سیدھی راہ سے ہٹ کر برائی کے راستے پر چل پڑتی ہے اور ان کمالات و خصوصیات سے ہاتھ دھو بیٹھتی ہے اور شیطانی اخلاق و اعمال اختیار کر لیتی ہے تو یہ دنیا کی سب سے بدترین مخلوق قرار پاتی اور فتنہ کا باعث بنتی ہے۔

فصل ثالث

مومن عورت کے اوصاف قرآن کے آئینے میں

ایک مومن عورت میں وہ کون سے اوصاف و کمالات ہونے چاہئیں جو اسکو اللہ اور رسول کی نظروں میں عزت و عظمت عطا کرتے ہیں اور وہ اگلی دنیا میں اجر عظیم کی بشارت کی مستحق ہوتی، سرخروئی اور سرفرازی کی حامل اور جنت اور اسکی نعمتوں کی وارث قرار پاتی ہے، قرآن مجید نے ان اوصاف و اخلاق کو بیان فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الْمُسْلِمِينَ وَالْمُسْلِمَاتِ وَالْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْقَانِتِينَ وَالْقَانِتَاتِ وَالصَّادِقِينَ وَالصَّادِقَاتِ وَالصَّابِرِينَ وَالصَّابِرَاتِ وَالْخَاشِعِينَ وَالْخَاشِعَاتِ وَالْمُتَصَدِّقِينَ وَالْمُتَصَدِّقَاتِ وَالصَّائِمِينَ وَالصَّائِمَاتِ وَالْحَافِظِينَ فُرُوجَهُمْ وَالْحَافِظَاتِ وَالذَّاكِرِينَ اللَّهَ كَثِيرًا وَالذَّاكِرَاتِ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًا﴾ (احزاب: ۳۵)

(ترجمہ: تحقیق کہ مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایماندار مرد اور ایماندار عورتیں اور بندگی کرنے والے مرد اور بندگی کرنے والی عورتیں اور سچے مرد اور سچی عورتیں اور محنت جھیلنے والے مرد اور محنت جھیلنے والی عورتیں اور دبے رہنے والے مرد اور دبی رہنے والی عورتیں اور خیرات کرنے والے مرد اور خیرات کرنے والی عورتیں اور روزہ دار مرد اور روزہ دار عورتیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرنے والے مرد اور حفاظت کرنے والی عورتیں اور اللہ کو بہت یاد کرنے والے مرد اور اللہ کو بہت یاد کرنے والی عورتیں اللہ نے ان کے لئے تیار کر رکھا ہے مغفرت اور اجر عظیم کو)

● آیت کا شان نزول:

حضرت ام سلمہؓ نے ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا یعنی عورتوں کا ذکر کیوں نہیں فرمایا اور صرف مردوں کا ہی ذکر کیوں فرمایا؟ حضرت ام سلمہؓ کے اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی اور اس میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا ذکر خصوصیت کے ساتھ کیا گیا۔ (۱)

اور بعض روایات میں ہے کہ یہ سوال حضرت ام عمارہؓ نے کیا تھا جو ایک انصاری خاتون تھیں، انہوں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا بات ہے کہ ہر بات مردوں ہی کے بارے میں آئی ہے اور عورتوں کا کوئی تذکرہ ہی نہیں کیا جاتا؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ آیت خصوصیت کے ساتھ عورتوں کے اوصاف و اخلاق بیان کرنے کے لیے نازل ہوئی ہے، اس لیے کہ یہ آیت جیسا کہ عرض کیا گیا عورتوں کے سوال کے جواب میں نازل ہوئی، اس میں اگرچہ مردوں کا بھی ذکر ہے مگر اصل مقصود عورتوں کا تذکرہ ہے۔

---

(۱) ابن کثیر: ۳/۴۸۰، سنن ترمذی: ۳۲۱۱ (۲) سنن ترمذی: ۳۲۱۱، قرطبی: ۱۴/۱۸۵

Scanned with CamScanner

مومن عورت کے قرآنی اوصاف:

ان آیت میں جو اوصاف بیان کئے گئے ہیں، ان پر غور کرنا چاہئے کہ مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ نہ مردوں سے ہے اور نہ عورتوں سے بلکہ ان لوگوں سے ہے جو ان اوصاف و اخلاق کے حامل ہیں۔ یہ کل دس (۱۰) اوصاف و اخلاق ہیں جو یہاں بیان کئے گئے ہیں (۱) اسلام (۲) ایمان (۳) قنوت یعنی اطاعت (۴) صدق یعنی سچائی (۵) صبر (۶) خشوع (۷) صدقہ و خیرات (۸) روزہ (۹) شرمگاہ کی حفاظت (۱۰) ذکر اللہ۔

ان اوصاف کی مختصر تشریح و توضیح ذیل میں دی جاتی ہے تا کہ ان اوصاف کی حقیقت و اصلیت معلوم ہو جائے:

(۱) **اسلام:** اسلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ بندوں کی بھلائی و بہتری کے لئے جو احکامات و قوانین نازل فرمائے ہیں ان کو قبول کر کے ان کی اطاعت و اتباع کی جائے، کیونکہ اسلام کے اصل معنی ہیں "اپنے کو کسی کے سپرد کر دینا اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا" اور ظاہر ہے کہ یہاں مراد اللہ کے سپرد ہو جانا اور اسی کے فرمان کے تابع ہو جانا ہے اور اللہ کا فرمان وہی ہے جو حضرت نبی کریم ﷺ لے کر آئے لہٰذا اسلام کی حقیقت درست یہی ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اللہ کے حوالہ کر دے اور ہر بات میں اسی کے قانون کا پابند بن جائے۔

اس تشریح کو سامنے رکھ کر خواتین حضرات کو غور کرنا چاہئے کہ کیا ہم میں یہ صفت پائی جا رہی ہے اور کیا ہم اسی طرح اللہ کے حوالے ہو گئے ہیں اور اس کے قانون پر پورے طور پر عمل کرتے ہیں؟

(۲) **ایمان:** ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ نبی و رسول کی خبر پر ان حقائق کو مان لینا اور دل سے قبول کر لینا جو ہماری عقلوں اور شعور و ادراک سے معلوم نہ ہو سکیں اور جو

ہمارے حواس سے دور ہیں جیسے اللہ کا وجود، صفات باری تعالیٰ، جنت و دوزخ، رسول کی رسالت، نبی کی بعثت، وحی کا سلسلہ، قبر و حشر کے احوال وغیرہ، ان سب باتوں کو نبی و رسول کی خبر کی بنیاد پر دل سے مان لینا ایمان ہے، ان کے بارے میں اتنی بھی گنجائش نہیں کہ ذرا سا بھی ان میں شک کیا جائے، بلکہ اپنی نظر سے زیادہ نبی کی خبر پر اعتبار و اعتماد ہونا چاہیے۔

(۴) **قنوت**: "قنوت" کے اصل معنی "اطاعت" کے ہیں۔ اس سے مراد مکمل اطاعت و فرمانبرداری ہے، اس طرح کہ کسی بھی حکم میں ذرا برابر خلل نہ پڑے اور پوری بشاشت و دل کی مکمل آمادگی کے ساتھ اطاعت کیا جائے۔ یہ کیفیت دراصل اوپر کی دو صفات "اسلام و ایمان" کے راسخ ہونے سے پیدا ہوتی ہیں۔

(۵) **صدق**: "صدق" سچائی کو کہتے ہیں۔ اس کی تین قسمیں ہیں: پہلی قسم زبان کی سچائی کہ جو بات زبان سے نکالے وہ سچائی پر مبنی ہو، حدیث میں ہے:

"إِنَّ الصِّدْقَ يَهْدِي إِلَى الْبِرِّ وَإِنَّ الْبِرَّ يَهْدِي إِلَى الْجَنَّةِ" اور فرمایا کہ "إِنَّ الْكَذِبَ يَهْدِي إِلَى الْفُجُورِ وَإِنَّ الْفُجُورَ يَهْدِي إِلَى النَّارِ" (۱)

(ترجمہ: سچائی نیکی کا راستہ بتاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ بتاتی ہے۔ اور جھوٹ فسق و فجور کا راستہ بتاتا ہے اور فسق و فجور جہنم کا راستہ بتاتا ہے۔)

دوسری قسم عمل کی سچائی، وہ یہ کہ نیکی کے کاموں میں کاہلی و سستی سے پرہیز کرے، نماز کا وقت ہوا تو نماز پڑھے، روزوں کے دن آگئے تو روزہ رکھے، اسی طرح اور عبادات اور نیکیوں کے وقت ان عبادات اور نیکیوں کو ادا کرے۔ یہ عمل کی سچائی ہے؛ کیونکہ بندہ مومن ایمان لا کر اللہ سے وعدہ کر چکا ہے کہ میں عبادت و اطاعت کروں گا، تو جب اس وعدہ پر عمل ہوگا تو عمل کی سچائی ظاہر ہوگی ورنہ وہ عمل کا سچا نہ ہوگا۔ تیسری قسم دل کی سچائی، وہ یہ ہے کہ ایمان میں پختگی ہو، نفاق نہ ہو۔ یہاں صادقین سے وہ لوگ مراد ہیں جو ان تینوں سچائیوں کے حامل ہوں۔

---

(۱) بخاری: ۶۰۹۴، مسلم: ۲۶۰۷

(۵) **صبر**: لغت میں "صبر" کے معنی نفس کے ہیں یعنی روکنا، اس سے مراد ہے نفس کو اور اس کے تقاضوں کو کنٹرول میں رکھنا ہے۔ صبر بھی تین قسم کا ہوتا ہے:

ایک یہ ہے کہ نفس کو اطاعت وعبادت پر لگائے رکھے۔

دوسرے یہ ہے کہ نفس کو گناہوں سے باز رکھے۔

تیسرے یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے جو مصائب و پریشانیاں پیش آتی ہیں ان پر بھی نفس کو سنبھالے رکھے کہ وہ اللہ کی کوئی شکایت نہ کرنے پائے۔

پہلی قسم کو "صبر علی الطاعة"، دوسری کو "صبر عن المعصية" اور تیسری قسم کو "صبر علی المصيبة" کہتے ہیں۔ ان تینوں میں مشترک بات یہ ہے کہ نفس کو کنٹرول میں رکھنا پڑتا ہے تب ہی وہ نیکی پر قائم رہتا اور گناہوں سے بچتا اور مصیبت پر بے قابو ہونے سے رکتا ہے۔

خواتین حضرات اس پر خصوصیت سے توجہ فرمائیں کہ کیا اس قسم کے صبر کا مادہ ان میں پیدا ہو گیا ہے؟ اگر نہیں تو کوشش کریں۔

(۶) **خشوع**: "خشوع" سے مراد دل کا اللہ کی طرف جھکنا اور لگا رہنا ہے۔ اس سے انسان میں وقار، سکون اور تواضع پیدا ہوتا ہے۔

(۱) حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے ایک شخص کو نماز میں داڑھی سے کھیلتا ہوا دیکھا تو فرمایا کہ اس کے دل میں اگر خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ (۱)

(۲) حضرت حذیفہؓ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ اپنی داڑھی سے کھیل رہا ہے تو فرمایا اس کے دل میں خشوع ہوتا تو اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ (۲)

(۳) ایک شخص نماز میں داڑھی سے کھیل رہا تھا، حضرت سعید بن المسیب نے دیکھا تو فرمایا اس کے دل میں اگر خشوع ہوتا تو اس کے اعضاء میں بھی خشوع ہوتا۔ (۳)

(۴) ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص کو انھوں نے نماز میں کنکریوں سے کھیلتا ہوا دیکھا تو یہ فرمایا۔ (۴)

---

(۱) نوادر الاصول ص ۲۱۰ (۲) المصنف ابن ابی شیبہ ۲/۸۶ (۳) ایضاً (۴) حسن تنبیہ: ۲۱۳

Scanned with CamScanner

اور یہاں صرف نماز میں خشوع مراد نہیں ہے، بلکہ ہر وقت اللہ کی طرف توجہ اور دل کا جھکاؤ مراد ہے۔

(۷) صدقہ و خیرات : اس سے مراد سخاوت کا مادہ اور جذبہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر اپنا مال لٹا دیا جائے، خواہ زکوٰۃ کی شکل میں ہو یا کسی اور طرح مساکین و فقراء پر خرچ کیا جائے۔ صدقہ و خیرات کے فضائل اور اس پر اللہ کی طرف سے دیا جانے والا ثواب قرآن و حدیث میں بڑی تفصیل کے ساتھ بار بار بیان کیا گیا ہے، اس لئے مسلم عورت کو چاہئے کہ وہ اپنے اندر سخاوت کا جذبہ پیدا کرے اور بخل و کنجوسی سے بچے۔

(۸) صوم : یعنی روزہ۔ "صوم" روزہ کو کہتے ہیں جس میں محض اللہ کے واسطے انسان اپنی خواہشات اور لذات کو چھوڑ دیتا ہے، جب اللہ کے لیے اللہ کے حکم پر جائز خواہشات اور لذات کو بھی چھوڑ دیتا ہے تو ظاہر ہے کہ حرام و ناجائز کاموں اور حرام لذتوں اور خواہشوں میں تو ہرگز کبھی بھی نہ پھنسے گا، یہی جذبہ اس صفت سے مقصود ہے۔

(۹) عفت و عصمت : ایک اہم صفت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ اس سے مراد عفت و عصمت ہے اور یہ صفت عورتوں کی تمام صفات میں سب سے زیادہ اہمیت کی حامل ہے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ عورت نام ہی ہے سراپا عفت و عصمت کا، جس میں عفت و عصمت کا عنصر نہ ہو وہ عورت کی تعریف سے خارج ہے۔

(۱۰) ذکر اللہ : آخری وصف "ذکر اللہ" بتایا گیا ہے یعنی اللہ کی یاد۔ اس میں زبانی ذکر بھی داخل ہے، اور قلبی ذکر بھی داخل ہے، اور عملی ذکر بھی داخل ہے۔ زبانی ذکر یہ ہے کہ زبان سے اللہ کو یاد کرے جیسا کہ عموماً لا الٰہ الا اللہ کا کلمہ طیبہ پڑھنا، یا اور کوئی تسبیح و ذکر کرنا۔ اور قلبی ذکر یہ ہے کہ دل اللہ کی طرف متوجہ ہو اور ہر کام کے موقع پر خدا کے حکم کو سوچ کر اس کے مطابق کام کیا جائے۔ اور عملی ذکر جیسے نماز، حج وغیرہ عبادات کا ادا کرنا ہے۔ یہ ہیں وہ صفات جو ایک مومن عورت کے اندر ہونی چاہئیں۔ اور مرد بھی مستحق انعام اسی وقت ہوگا جبکہ وہ ان صفات کا حامل ہو۔ آیت

Scanned with CamScanner

کرنے میں مردوں اور عورتوں دونوں کو ذکر کر کے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔

لیکن آیت کا نزول خصوصیت کے ساتھ چونکہ عورتوں کے لئے ہوا ہے اس لئے یہاں خواتین کو خصوصیت کے ساتھ ان صفات کے حاصل کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے،

سورۃ تحریم (آیت ۵) میں بھی اچھی عورت کے یہ اوصاف بیان ہوئے ہیں: مسلمات، مؤمنات، قانتات، تائبات، عابدات، سائحات، یعنی اسلام، ایمان، اطاعت، توبہ، عبادت اور سیاحت۔ پہلی تین کا ذکر آ چکا ہے، آخری تین کی شرح یہ ہے:

توبہ: یعنی اپنے گناہوں پر اللہ تعالیٰ سے رجوع ہونا اور معافی مانگنا، اپنی تقصیر کا اعتراف اللہ کو بہت پسند ہے اور تقصیر کر کے بھی اعتراف نہ کرنا اور معافی کی جگہ ضد و ہٹ سے کام لینا مسلمان کی شان سے بعید ہے۔

عبادت: اس کا مفہوم واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اسکے سامنے عاجزی و انکساری بھی بندہ مؤمن کا خاص وصف ہے۔ (اسلام میں بعض عبادات کی شکلیں مقرر ہیں: نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ اور بعض عبادات کی شکلیں مقرر نہیں ہیں ان کو حسب حال کیا جا سکتا ہے جیسے ذکر، تلاوت وغیرہ، بہرحال یہ بھی مؤمن کی ایک خاص شان ہے)

سیاحت: اس کی ایک تفسیر روزے سے کی گئی ہے جیسا کہ ابن عباسؓ حسن، ابن جبیر سے مروی ہے۔ اس صورت میں "سائحات" کے معنی وہی ہونگے جو پچھلی آیت میں "صائمات" کے معنی ہیں۔

اور دوسری تفسیر ہجرت سے کی گئی ہے اور ہجرت کے معنی ہیں اللہ و رسول کی خاطر اور اپنے دین کی حفاظت کی خاطر اپنے وطن اور گھر بار اور رشتہ داروں کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ چلا جانا۔ تو یہ صفت در اصل خدا کی محبت میں اور رسول کے عشق میں ہر چیز کو قربان کرنے کی طرف اشارہ ہے۔ یہ اوصاف ایک مؤمن و مسلمان عورت میں ہونے چاہئیں، جس سے اسکی دنیا و آخرت دونوں سنورتے ہیں اور وہ دونوں جہاں میں کامیاب ہوتی ہے۔

Scanned with CamScanner

فصل رابع

مومن عورت کے اوصاف احادیث کی روشنی میں

قرآن کے بعد احادیث نبویہ کی طرف آتے ہیں، ان میں دیکھیں کہ عورت کے لئے اللہ کے رسول ﷺ نے کن کن اوصاف و خصوصیات کو لازم قرار دیا ہے یا مستحسن گردانا ہے۔

● دینداری عورت کا کمال:

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"تُنْكَحُ الْمَرْأَةُ لِأَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِينِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّينِ" (۱)

(عورت سے چار وجہ سے نکاح کیا جاتا ہے۔ مال کی وجہ سے، حسب و نسب کی وجہ سے، جمال و حسن کی وجہ سے اور دینداری کی وجہ سے، تو تُو دیندار کو پسند کر کے کامیاب ہو جا۔)

اس حدیث سے یہ سبق دیا گیا ہے کہ نکاح کے لیے ایسی عورت کو پسند کیا جائے جو دیندار ہو۔ وہیں اس بات کی طرف بھی واضح اشارہ موجود ہے کہ عورت کا کمال اور اس کی خوبیوں کا معیار نہ مال و دولت ہے، نہ حسن و جمال اور نہ خاندانی عزت و عظمت، بلکہ اس کا کمال "دینداری" ہے۔ جس عورت میں یہ کمال موجود ہو وہی صاحب کمال ہے، جس کے اندر یہ وصف نہ ہو وہ چاہے کتنی حسین کیوں نہ ہو، حسب و نسب اور خاندانی شرافت میں کتنی ہی آگے کیوں نہ ہو اللہ اور اس کے رسول کی نگاہوں میں کوئی حیثیت نہیں۔ اس لئے تاکید کی گئی ہے کہ دیندار عورت سے نکاح کرو، اسی میں کامیابی ہے۔

---

(۱) بخاری ۵۰۹۰، مسلم ۱۴۶۶، ترمذی ۱۰۸۶، نسائی ۳۲۳۰، ابو داؤد ۲۰۴۷، ابن ماجہ ۱۸۵۸، مسند احمد ۴۲۸/۲، ۲۳۸۷۳

● عفت و پاکبازی:

حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

"اَلْمَرْأَةُ إِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَأَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَأَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ أَيِّ أَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ"

(عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھتی رہے اور رمضان کے روزے رکھا کرے اور اپنی آبرو کی حفاظت رکھے اور اپنے خاوند کی تابعداری کرے تو ایسی عورت جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔) (۱)

اور حضرت انسؓ سے ایک روایت میں آیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تمہاری عورتوں میں سب سے اچھی وہ عورت ہے جو اپنی آبرو کے بارے میں پارسا ہو۔ (۲)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورت کے اندر اپنی آبرو کی حفاظت اور عفت و عصمت کا جوہر ہونا چاہئے۔ ایسی عورت قابل تعریف اور جنت کی مستحق ہے۔

● پردہ و حیاء:

حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ وہ ایک دفعہ حضرت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے آپ نے پوچھا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر چیز کیا ہے؟ صحابہ سب خاموش رہے۔ حضرت علیؓ کہتے ہیں کہ جب میں گھر واپس آیا تو حضرت فاطمہؓ سے سوال کیا کہ عورت کے حق میں سب سے بہتر بات کیا ہے؟ تو حضرت فاطمہؓ نے فرمایا کہ عورت کے لیے سب سے بہتر بات یہ ہے کہ وہ مردوں کو نہ دیکھے اور نہ مرد اس کو دیکھے۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ یہ جواب میں نے اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے نقل کیا تو آپ نے فرمایا ہاں فاطمہ میرا جز ہے۔ (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کا پردہ میں رہنا کہ نہ وہ کسی اجنبی مرد کو دیکھے

(۱) مشکوۃ:۲۸۱ (۲) کنز العمال:۲۳۵ (۳) سیرۃ فاطمۃ الزہراء:۱۱۸

اور کوئی اجنبی مرد اس کو دیکھ سکے بلکہ پردے میں رہے۔

عورت کے لیے پردہ کا حکم قرآن میں بھی صاف طور پر آیا ہے۔ ایک آیت میں ارشاد ہے: ﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [احزاب:۳۳]

(اپنے گھروں میں ٹکی رہو)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو بلا ضرورت گھر کے باہر نہ جانا چاہیے، بلکہ اپنے گھر میں ٹکی رہنا چاہیے اور اگر ضرورت باہر جانا ہو تو حکم ہے کہ اپنے آپ کو پردہ میں ڈھانپ کر باہر جائے چنانچہ فرمایا

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيبِهِنَّ﴾ [احزاب:۵۹]

(اے پیغمبر اپنی بیویوں سے اور اپنی صاحبزادیوں سے اور دوسرے مسلمانوں کی بیویوں سے بھی کہہ دیجئے کہ اپنے اوپر ڈال لیا کریں اپنی چادروں میں سے)

اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ عورت اپنے اوپر چادر ڈال لیا کریں، یہی برقع کہلاتا ہے۔ غرض بلا ضرورت تو گھر کے باہر ہی نہ جانا چاہیے اور اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو اپنے آپ کو پوری طرح برقع سے ڈھانپ کر جانا چاہیے۔ نیز احادیث میں نبی کریم ﷺ نے بھی پردہ کی سخت تاکید فرمائی ہے۔

ایک حدیث میں فرمایا گیا کہ:

"إِنَّ الْمَرْأَةَ تُقْبِلُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ وَتُدْبِرُ فِي صُورَةِ شَيْطَانٍ"(1)

عورت (جب باہر نکلتی ہے تو) شیطان کی صورت میں سامنے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں واپس جاتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ عورت کے باہر ہونے آنے سے اس کو دیکھنے والے مردوں

(1) مسلم، ۱۴۰۳

کے دلوں میں وسوسہ اور برائی آتی ہے جیسے کہ شیطان وسوسہ و برائی کا باعث بنتا ہے لہٰذا عورت کو بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلنا چاہیے۔ (۱)

دوسری حدیث میں فرمایا:

"اَلْمَرْأَةُ عَوْرَةٌ إِذَا خَرَجَتْ اِسْتَشْرَفَهَا الشَّيْطَانُ" (۲)

(کہ عورت جب باہر نکلتی ہے تو شیطان اس کو تاکتا ہے)

ہاں اگر ضرورت پڑ جائے تو اجازت ہے مگر پردے کے ساتھ نکلنا چاہیے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"عید کے دن عورتیں عیدگاہ جائیں۔ حضرت ام عطیہ نے عرض کیا کہ بعض عورتوں کے پاس چادر نہیں ہوتی وہ کیا کریں؟ فرمایا کہ اس کی دوسری بہن اپنی چادر میں اس کو چھپا لے" (۳)

معلوم ہوا کہ عورت برقعہ یا چادر اوڑھ کر بضرورت باہر جا سکتی ہے بغیر برقعہ و چادر کے نہیں جا سکتی۔ اور چادر اوڑھنے کا حکم جیسا کہ اوپر گزرا خود قرآن نے صراحت دیا ہے۔

● کیا عورت کے لیے چہرہ کا پردہ ہے؟

عورت کے حجاب میں چہرہ بھی داخل ہے یا نہیں؟ اس میں بعض جدت پسند لوگوں نے اپنی جدت پسندی کا ثبوت دیتے ہوئے چہرہ کو حجاب سے خارج قرار دینے کی ایک فضول کوشش شروع کر رکھی ہے۔

اور حقیقت یہ ہے کہ یہ جدت پسندوں کا طبقہ ہر کام میں غیروں کی تقلید کو اپنے لیے فخر سمجھتا ہے اسی لیے ان کے طور طریقوں کو اپنانا چاہتا ہے اور پھر ان میں سے جو

---

(۱) اخرجہ مسلم [illegible] (۲) ترمذی ۱۱۷۳ [illegible] (۳) مسلم ۸۹۰، ابوداود ۱۱۳۹، ترمذی ۵۳۹

لوگ پردہ داری کی طرف آجاتے ہیں وہ اپنی دینداری کو بھی اسی معیار پر دیکھنا چاہتے ہیں، ان کو علماء کا تقاضا وہ دین پسند نہیں آتا، بلکہ وہ دین میں بھی وہی چیز چاہتے ہیں، جس میں پوری نہیں تو اس بے حیائی کی گنجائش ہو یا کم از کم تھوڑا سا احترام جائز ہو۔

چنانچہ آج کل مغربی ذہن رکھنے والے بعض لوگ مغرب کی ہر بات کو اچھی نگاہ سے دیکھتے اور اس کے لیے قرآن وحدیث کو توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں تاکہ مغربی طرز معاشرت پر چلنے کے لیے قرآن وحدیث سے دلیل فراہم ہو جائے، اسی طرح یہ لوگ وہ اپنے ذہن میں مغربی بے حیائی اور عریانی کو جگہ دے لیتے ہیں، پھر قرآن وحدیث میں اپنے اس ذہنی رجحان کے جواز کو تلاش کرنے لگتے ہیں اور موقع بے موقع آیات واحادیث سے استدلال کرنے لگتے ہیں، اور ظاہر ہے کہ اس طرح تو قرآن وحدیث سے ہر غلط سے غلط بات بھی کوئی غیر معقول آدمی ثابت کر سکتا ہے اور تاریخ میں ایسے افراد اور جماعتیں پہلے بھی گزر چکی ہیں، جنہوں نے اپنے زمانے کے حالات اور فلسفوں سے مرعوب و متاثر ہو کے قرآن وحدیث کی تفہیم و تشریح کو ان کے تابع بنایا اور بہت سی بے تکی باتیں قرآن وحدیث سے ثابت کرنے لگے تھے خوارج، معتزلہ، جہمیہ وغیرہ باطل فرقوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے اور اس طرح کے استدلالات کا ایک انبار آپ کے سامنے آجائے گا۔

اصل یہ ہے کہ قرآن وحدیث کو سمجھنے کے لیے اولاً جزئیات سے بحث کرنا صحیح طریقہ نہیں، بلکہ صحیح اصول یہ ہے کہ قرآن وحدیث کے مقاصد اور شریعت کے منشاء کو پیش نظر رکھنا چاہیے، پھر تمام جزئیات کو اس منشاء ومقصود پر منطبق کرتے چلے جانا چاہیے، اس نقطہ نظر سے جب ہم معاشرتی شریعت کا مطالعہ کرتے ہیں تو یہ بات واضح طور پر سامنے آتی ہے کہ قرآن وحدیث کا منشاء یہ ہے کہ عورتیں غیر مردوں

Scanned with CamScanner

سے بالکل الگ تھلگ رہیں اور آنے والوں کا کسی طرح نہ اختلاط ہو اور نہ آمنا سامنا ہو۔
چنانچہ قرآن پاک کی آیت ہے:

﴿وَقَرْنَ فِي بُيُوتِكُنَّ﴾ [احزاب:۳۳]

(اے نبی کی عورتو تم اپنے گھروں میں ٹکی رہو)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کے لیے اصل یہ ہے کہ بلا ضرورت گھر کے باہر ہی نہ نکلیں۔ ایک دوسری آیت میں ہے کہ:

﴿وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَاسْأَلُوهُنَّ مِن وَرَاءِ حِجَابٍ﴾ [احزاب:۵۳]

اس میں مردوں سے کہا گیا ہے کہ جب تم عورتوں سے کچھ مانگو تو پردہ کے پیچھے سے مانگو۔ غور کیجئے کہ اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہی! کہ عورت مرد کے سامنے ہی نہ آئے اور مردوں کو ضرورت پڑے تو وہ پردہ کی آڑ سے ہی ان کے ساتھ معاملہ کرنے کے روادار ہیں۔ نیز قرآن کریم کہتا ہے کہ:

﴿وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ﴾ [نور:۳۱]

(عورتیں پیر مار کر نہ چلیں کہ ان کی چھپی زینت ظاہر ہو)

مفسرین میں سے بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ عورتیں پیروں میں ایسا زیور نہ پہنیں جو چلنے سے آواز پیدا کرتا ہو اور لوگ عورتوں کی طرف متوجہ ہوں۔(1)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتوں کو بجنے والا زیور بھی پہن کر نہ چلنا چاہیے کہ اس سے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوں گے۔ ان آیات قرآنیہ کو احکامات الٰہیہ کو سامنے رکھ کر سوچئے کہ عورت کا چہرہ کھلا رکھ کر گھومنا پھرنا کیا ان احکامات سے میل کھاتا ہے؟ یا ان سے ٹکراتا ہے؟ اگر عورت بے ضرورت باہر نکلے بھی تو پردے

(1) دیکھئے طبری ۱۰۹

ہوتا ہے اور پورا بدن ڈھانپنا ممنوع ہے، کیونکہ اس سے لوگ عورت کی طرف متوجہ ہوں گے تو کیا چہرہ کھلا ہوگا تو لوگوں کی توجہ اس کی طرف نہیں ہوگی؟

اس نقطۂ نظر سے جب ہم یہ آیت پڑھتے ہیں:

﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُل لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ مِن جَلَابِيبِهِنَّ﴾ [احزاب: ۵۹]

(اے نبی! آپ اپنی عورتوں، بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے فرما دیں کہ وہ اپنے اوپر اپنی چادریں لٹکا لیں)

تو صاف یہی بات مفہوم ہوتی ہے کہ اپنے سروں، چہروں اور اپنی پوری شخصیت کو ڈھانپ لیں، اور اس سے یہ مفہوم نکالنا کہ "چہرہ چھوڑ کر باقی اوپر چادر ڈال لیں" ہو سکتا ہے کہ کسی مغربی تہذیب کے دلدادہ کے ذہن کی خواہش و تراش کا نتیجہ ہو، لیکن قرآن و سنت کے مجموعی فکر اور اسلامی مقاصد و مزاج کو سامنے رکھنے والے کے ذہن میں کبھی یہ مفہوم ذہن میں نہیں آ سکتا۔

چنانچہ حضرات صحابیات نے اس آیت کو سنا تو چہرہ کا بھی پردہ ضروری سمجھا۔ حضرت عبیدہ السلمانی نے خود اپنے شاگردوں کو بتایا کہ اس طرح چادر ڈالی جاتی ہے اور انہوں نے چادر لے کر اوپر ڈال لیا اور اپنی ناک دبا کر بائیں آنکھ بھی چھپالی اور صرف دائیں آنکھ کھلی رکھی۔ (۱)

اور ابن عباس نے فرمایا کہ اس آیت میں حکم دیا گیا ہے کہ عورتیں چہرہ اور سر چھپا لیں۔ (۲)

اس آیت کا یہی مطلب متعدد مفسرین نے صراحت سے بیان کیا ہے۔ اب آئیے دیکھتے ہیں کہ صحابیات کا کیا معمول تھا۔

---

(۱) الطبری ۲۲، ۳۳، روح المعانی ۲۲: ۸۹ (۲) الطبری ۳۳۳

حضرت عائشہؓ کا واقعہ جس میں آپ پر منافقین نے تہمت لگائی تھی، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں ایک طرف کو اکیلی بیٹھی ہوئی تھی، ادھر سے صفوان بن معطلؓ آئے، اور انھوں نے مجھے پہچان لیا، کیوں کہ وہ حجاب کے نزول سے پہلے مجھے دیکھ چکے تھے، پس میں نے ان کو دیکھا تو:

"فخمرت وجهي بجلبابي" (۱)

(میں نے اپنا چہرہ اپنے جلباب یعنی چادر سے ڈھانک لیا)۔

حضرت عائشہؓ کی اس حدیث پر فوائد بیان کرتے ہوئے علامہ نووی نے لکھا ہے کہ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ عورت کو اپنا چہرہ نیک وبد ہر ایک سے چھپانا ہے۔ (۲)

نیز ابوداود ونسائی نے روایت کیا ہے کہ ایک عورت نے پردے کے پیچھے سے ایک خط رسول اللہ ﷺ کو دینا چاہا تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے اور فرمایا کہ معلوم نہیں کہ عورت کا ہاتھ ہے یا مرد کا؟ اور اس عورت نے عرض کیا کہ عورت کا، تو فرمایا کہ اپنے ناخنوں کو مہندی سے رنگ لو۔ (۳)

اس سے معلوم ہوا کہ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے سامنے چہرہ کھول کر نہیں آیا کرتی تھیں، بلکہ وہ پردے کی آڑ سے گفتگو کرتی تھیں۔

نیز حدیث میں حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے احرام پہننے والی عورت کو نقاب پہننے سے منع فرمایا۔ (۴)

اور "لا تنتقب" (نقاب نہ پہنیں) کا مطلب علماء حدیث نے یہ بتایا ہے کہ "لا تستر وجهها" کہ اپنا چہرہ نہ ڈھانپیں۔ (۵)

---

(۱) بخاری: [illegible] (۲) شرح مسلم [illegible] (۳) ابوداود: [illegible]، نسائی: [illegible] (۴) بخاری: [illegible]، ابوداود: [illegible]، ابن خزیمہ: [illegible]، ترمذی: [illegible]، نسائی: [illegible]، بیہقی (۵) فتح الباری [illegible]

اب غور کرنا چاہیے کہ جب اللہ کے نبی ﷺ نے احرام کی حالت میں عورت کو چہرہ ڈھانپنے سے منع فرمایا تو اس سے مطلب یہی ہوگا اور ہونا چاہیے کہ عام حالات میں عورت کو چہرہ ڈھانپنا ہے۔ تبھی تو احرام کی حالت میں اس سے منع فرمایا اور اس منع سے بھی یہ مراد ہے کہ کپڑا چہرہ پر نہ لپٹا ہو جائے اور اگر چہرہ پر کپڑا لگائے بغیر چہرہ کو حالت احرام میں بھی چھپایا جائے تو یہ منع نہیں ہے، بلکہ صحابیات کا عمل یہی تھا کہ وہ اس حالت میں بھی غیر مردوں سے اپنا چہرہ چھپاتی تھیں۔

چنانچہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ:

"کنا مع النبی ﷺ ونحن محرمون، فإذا مر بنا الراکب سدلنا الثوب علی وجوهنا وإذا جاوزنا کشفناه" (۱)

(ہم اللہ کے رسول علیہ السلام کے ساتھ حالت احرام میں ہوتے تھے پس جب کوئی سوار ہماری طرف سے گزرتا تو ہم اپنے چہروں پر کپڑا لٹکا لیتے اور جب وہ آگے بڑھ جاتا تو ہم چہرہ کھول لیتے تھے)

اور یہی بات بھی ام سلمہؓ سے بھی مروی ہے۔ (۲)

معلوم ہوا کہ عام حالات میں تو عورت اپنا چہرہ چھپائے گی ہی اور احرام کی حالت میں بھی اس طرح وہ اپنا چہرہ چھپائے گی کہ کپڑا چہرے سے نہ لگے تاہم احرام کی حالت میں چہرہ چھپانا علماء میں مختلف فیہ ہے، جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔ اکثر یہی فرماتے ہیں کہ چہرہ پر کپڑا ڈالنا تو منع ہے لیکن غیر مردوں سے اس طرح چہرہ چھپانا چاہیے کہ چہرہ کو کپڑا نہ لگے۔ ان تمام دلائل سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے چہرہ کا پردہ ہے۔

---

(۱) [illegible] (۲) [illegible]
[illegible]

اب رہا یہ استدلال کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں، لہٰذا اس لیے حکم ہے کہ عورت کا چہرہ کھلا ہوتا ہے، اسلئے مردوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان کو نہ دیکھیں، ورنہ ان کو کیوں اس کا مکلف کیا جاتا؟

یہ استدلال اگرچہ بعض بڑے حضرات جیسے قاضی عیاض وغیرہ سے منقول ہے تاہم یہ ناقابل قبول ہے کیوں کہ:

اولاً یہ کیا ضروری ہے کہ اس سے صرف مسلمان عورتوں سے نظریں بچانے کا مفہوم نکالا جائے؟ ہو سکتا ہے کہ اس سے کافر عورتوں سے بھی نظریں بچانے کا حکم دیا گیا ہو جو مطلقاً پردہ نہیں کرتیں، وہ بھی ننگی ہے۔

دوسرے یہ کیا ضروری ہے کہ اس آیت سے صرف عورتوں کے چہرہ سے نظر بچانے کا مفہوم اخذ کیا جائے؟ کیا عورتوں کا صرف چہرہ دیکھنا ہی منع ہے؟ علماء نے تصریح کی ہے کہ اگر عورت کو بنظر شہوت کپڑوں کے اوپر سے بھی دیکھے گا تو حرام ہوگا(1)

لہٰذا چہرہ ڈھکا ہونے کے باوجود بھی اس سے نگاہ نیچی رکھنا ضروری ہے۔

تیسرے یہ استدلال اس لیے بھی غلط ہے کہ اگر اس آیت کے حکم سے مسلمان مرد اپنی نگاہیں نیچی کر لیتے ہیں اور اس لیے عورت کو چہرہ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے تو اس سے صرف یہ معلوم ہوا کہ مومن مردوں کے سامنے اور وہ بھی جب کہ اس آیت پر عمل کرتے ہوں تب عورت کو چہرہ کھولنے یا کھلا رکھنے کی اجازت ہے لیکن کافر مردوں اور فاسق مردوں کے سامنے کھولنے یا کھلا رکھنے کا کیا جواز ہے؟

اب اس کے بعد عقلی نقطہ نظر سے بھی غور کیجئے کہ عورت کا حسن و جمال جس قدر اس کے چہرے سے ظاہر ہوتا ہے کسی اور سے اس قدر نہیں ہوتا، یہ کوئی عقل کی

(1) الفقہ الاسلامی وادلتہ: ۲۶۳/۳

بات ہے کہ پورا جسم تو اس کا چھپایا جائے اور اس کے چھپانے کا مقصد اگر حفاظت وعصمت کا تحفظ ہو مگر اس حفاظت وعصمت پر جہاں سے سب سے زیادہ حملہ کا امکان ہے اس راستہ کو کھلا چھوڑ دیا جائے۔ یہ تو ایسا ہوا کہ چوروں کے خطرہ سے گھر کے چھوٹے موٹے سوراخ اور کھڑکیاں اور روشندان سب بند کر کے گھر کا بڑا پھاٹک کھلا چھوڑ دیا جائے۔ یہ بات اس قدر خلاف عقل ہے کہ کوئی معمولی عقل والا بھی اس کو روا رکھنے کے لیے تیار نہ ہوگا۔

سلسلہ کلام جب دراز ہو ہی گیا ہے تو یہ بھی عرض کر دینا مناسب ہے کہ اس مسئلہ میں بعض لوگوں کو ایک حدیث سے بھی غلط فہمی ہوئی ہے، کہ ابوداؤد نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کے بارے میں روایت کیا ہے کہ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں اور ان پر باریک قسم کے کپڑے تھے تو آپ نے ان سے فرمایا کہ "اے اسماء! جب عورت بالغ ہو جائے تو اس کے لیے جائز نہیں کہ اس کا اس حصہ کے سوا کچھ اس میں سے نظر آئے اور آپ نے ہاتھ کی ہتھیلیوں اور چہرہ کی طرف اشارہ کیا۔ (۱)

اس سے ان لوگوں نے یہ سمجھا کہ آپ نے عورت کو چہرہ کھلا رکھ کر پھرنے کی اجازت دی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ

اولاً تو یہ حدیث محدثین کے نزدیک ضعیف ہے، ایک تو اس لیے کہ اس کے راویوں میں سعید بن بشیر ایک راوی ضعیف ہے، دوسرے امام ابوداؤد فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو خالد بن دریک نے حضرت عائشہؓ سے روایت کیا ہے اور خالد کی حضرت عائشہؓ سے ملاقات نہیں ہے لہٰذا روایت منقطع ہے۔ (۲)

دوسرے اس حدیث میں عورت کے حجاب کا مسئلہ نہیں، بلکہ اس کے ستر کا مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ عورت کو تنہائی میں بھی اور گھر میں بھی جس طرح کے

(۱) ابوداؤد: ۴۱۰۴ (۲) عون المعبود: ۱۱/۱۰۶، الدرایۃ: ۲/۲۲۷، التلخیص الحبیر: ۳/۲۷۹

کپڑے سے چہرہ چھپا دیتی ہے۔ اس حدیث میں حجاب کا مسئلہ نہیں بیان کیا گیا ہے، کہ عورت باہر جانے اور غیر مردوں کے سامنے ظاہر ہونے کی صورت میں چہرہ اور ہاتھ کھلا رکھ سکتی ہے۔

اور معلوم ہونا چاہیے کہ ستر اور حجاب میں فرق ہے، ستر تو مرد و عورت دونوں کے لیے ہے حتی کہ تنہا نماز تنہائی میں بھی پڑھتے ہوئے ستر کو چھپانا ضروری ہے، مرد کے لیے بھی عورت کے لیے بھی، البتہ مرد کے لیے ستر کے حدود الگ ہیں اور عورت کے ستر کے حدود الگ ہیں۔ مرد کے لیے ناف سے لے کر گھٹنے تک ستر ہے اور عورت کے لیے سوائے چہرہ اور ہتھیلیوں کے پورا جسم ستر ہے۔ اور بعض نے قدموں (پیروں کو بھی) ستر سے خارج مانا ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ میں مذکور ہے۔ تو مذکورہ حدیث میں اسی ستر کے مسئلہ کو بیان کیا گیا ہے، اس کا حجاب والے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اور حجاب صرف عورت کے لیے ہوتا ہے اور حجاب میں چہرہ داخل ہے یا نہیں اس پر تینوں ائمہ امام شافعی، امام مالک اور امام احمد فرماتے ہیں کہ داخل ہے، اور ہر حال میں اس کو چھپانا غیر مردوں سے ضروری ہے، چاہے فتنہ کا خوف ہو یا نہ ہو، اور امام ابو حنیفہ فرماتے ہیں کہ چہرہ کا چھپانا اس صورت میں ضروری ہے کہ جب کہ فتنہ کا خوف ہو ورنہ ضروری نہیں۔ (1)

مگر کون نہیں جانتا کہ یہ امام ابو حنیفہ کا قول اپنے زمانہ کے لحاظ سے ہے جو خیر القرون تھا، شر کے بجائے خیر غالب تھا، اور آج فتنہ غالب ہے اور شہوتوں کی بھی بھرمار ہو گئی ہے، اس صورت حال میں چاروں ائمہ کے نزدیک ایک ہی مسئلہ ہو گیا کہ عورت کو چہرہ چھپانا ضروری ہے۔

لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں با تفصیل یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام میں عورت کو چہرہ بھی چھپانا لازم و ضروری ہے۔

---

(1) دیکھئے تفسیر معارف القرآن: ج ۷ ص ۲۱۳، ۲۱۴

✹ گھریلو کام کی عادت:

عورت کے لئے گھریلو کام کی اہمیت ایک مسلمہ حقیقت ہے اور بلا لحاظ مذہب وملت ہر قوم اور مذہب کے لوگوں میں اپنی لڑکیوں اور عورتوں کو اس کی مشق وعادت ڈالی جاتی ہے مگر یورپ ومغرب کے حیا سوز کلچر نے جہاں اور بہت سارے حقائق بدل دیئے ہیں، اس حقیقت کے اوپر بھی پردہ ڈال دیا ہے اور اب لڑکیاں گھریلو کام اہم ومقدم سمجھنے کے بجائے غیر اہم، بلکہ اپنی شان سے گرا ہوا خیال کرنے لگی ہیں اور گھریلو کام کے بجائے دفتری وبازاری کام کو ترجیح دینے لگی ہیں، وہ انتہائی بے حیائی وبے غیرتی پر اتر آئی ہیں۔

اسلام نے عورت کے لئے گھریلو کام کی اہمیت وفضیلت بیان کی ہے۔ حدیث پاک میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت کا اپنے گھر میں گھر استی کا کام کرنا اس کو جہاد کے برابر ثواب دلاتا ہے۔(1)

اندازہ کیجئے کہ اس کی کیا فضیلت واہمیت ہے، اللہ کے نبی ﷺ کی نظر میں گھریلو کام کی، کہ اس کو جہاد کے برابر قرار دیا ہے، لہٰذا عورتوں کو چاہئے کہ وہ گھریلو کاموں کو فوقیت دیں اور اپنی بچیوں کو اس کی تربیت دیں۔ ورنہ جو عورتیں گھریلو کام کو ترک کرکے باہر کے کاموں کو ترجیح دیتی ہیں، وہ آخر کار بیگانی ہو جاتی ہیں اور ان سے گھریلو زندگی کی رونق ختم ہو جاتی ہے۔ ایک مغربی مصنف ڈاکٹر ژول سیمان نے لکھا ہے کہ:

"آج عورتوں نے پارچہ بافی کی مشینوں اور چھاپہ خانوں میں کام کرنا شروع کردیا ہے۔ حکومت نے ان سے اپنے کارخانوں میں کام لینا شروع کردیا ہے اور وہ اس ذریعہ سے کچھ کما لیتی ہیں، لیکن اس کے مقابلہ میں انہوں نے اپنے گھروں کی بنیاد کھود ڈالی اور انکو برباد کردیا ہے۔"

---

(1) کنز العمال: [illegible]

آگے لکھتا ہے کہ ملازمت نے ان عورتوں کو معزولی گھریلو زندگی سے بہت دور کر دیا ہے اور گھر والوں کی رونق کو متاثر کی ہیں۔ (۱)

یہ ایک مغربی مفکر کا بیان ہے جو آپ نے پڑھا اور یہ مغربی عورتوں کی حالت بیان کی گئی ہے جس کو لوگ حسن ظن کے ساتھ دیکھتے ہیں اور جس کی پیروی ہمارے ملکوں میں کی جاتی ہے۔

خود اہل مغرب بھی عورت کے لئے گھریلو کام کی اہمیت کے قائل ہیں۔

ایک مغربی مصنف leo kinsella نے اپنی کتاب the ideal wife میں بہت تفصیل سے اس پر لکھا ہے اور باہر جا کر کام کرنے کی مذمت کی ہے یہاں اسکا صرف ایک جملہ نقل کرتا ہوں۔

it is almost impossibale for the wife to remain qwean of the home if she works .(p:136)

"یعنی یہ بات بہت حد تک بیوی کے لئے ناممکن ہے کہ وہ گھر کی مالکن بنی رہے اگر وہ باہر جا کر کام کرتی ہو"

حضرت فاطمہ سے جو عورتوں کی سردار ہیں اور اپنے گھر میں خود کام کرتی تھیں حتی کہ چکی پیستی تھیں اور دیگر گھریلو کام کرتی تھیں جس سے ان کے ہاتھ خراب ہو گئے تھے کندھے پر پانی اٹھاتی تھیں جس سے انکی گردن پر نشان پڑ گئے تھے اور جب انہوں نے اللہ کے رسول اکرم ﷺ سے انکی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ فاطمہ صبر کرو بہترین عورت وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے کام آئے۔ (۲)

● علم دین کی طلب و تڑپ:

علم دین کی طلب ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ عورت ہو یا مرد ہو مگر عام طور

(۱) ماخوذ مسلمان عورت ص ۲۱۲ (۲) دیکھئے صحیح البخاری [illegible]

پھر عورتوں میں علمِ دین کی کمی اور علمِ دین کے طلب کی کمی پائی جاتی ہے۔ صحابیات و تابعیات کو دیکھو ان کے اندر علمِ دین کی طلب و پیاس کے لیے تڑپ کس قدر تھی؟

حدیث شریف میں ہے کہ صحابیات نے اللہ کے رسول ﷺ سے عرض کیا کہ مرد (دین کے بارے میں) آپ کے پاس آکر دین کی باتیں سنتے اور علم حاصل کرنے کے مواقع انہیں زیادہ ملتے ہیں لہٰذا آپ ہمارے لئے ایک دن مقرر فرما دیجئے (اس میں آپ ہم کو دین کی باتیں سکھائیں) چنانچہ آپ نے ان سے ایک دن کا وعدہ فرمایا (ایک دن مقرر کر دیا)۔(۱)

اس حدیث سے حضرات صحابیات کا ذوق و شوق علم دین کے سلسلہ میں معلوم ہوتا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے ایک موقع پر انصاری عورتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: بہترین عورتیں انصاری عورتیں ہیں، کہ حیا و شرم نے انکو دین میں تفقہ اور سمجھ بوجھ پیدا کرنے سے باز نہیں رکھا۔(۲)

دیکھئے حضرت عائشہؓ نے انصاری صحابیات کی تعریف میں فرمایا کہ حیا و شرم کے باوجود دین کا علم حاصل کرتی تھیں، اس لئے وہ بہترین عورتیں ہیں۔ چنانچہ بہت سے مسائل کی تحقیق اللہ کے رسول ﷺ سے عورتوں نے کی اور آپ ﷺ نے ان کے جوابات دیئے۔

حضرت عائشہؓ نے تمام صحابیات میں سب سے زیادہ احادیث روایت فرمائی ہیں، ان سے مروی احادیث کی تعداد دو ہزار دو سو دس (۲۲۱۰) ہے، اور تمام صحابہ کرام میں کثرت روایت کے لحاظ سے ان کا چھٹا نمبر ہے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ صحابہ کرام میں سے جلیل القدر حضرات بھی حضرت عائشہؓ سے مشکل مسائل پوچھا کرتے تھے۔

حضرت عائشہؓ کے بھانجے حضرت عروہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے

---

(۱)بخاری ۱۰۲ (۲)بخاری ۲۳

بڑھ کر فقہ اور طب (ڈاکٹری) اور شاعری کا جاننے والا کسی کو نہیں دیکھا۔

حضرت امام زہری فرماتے ہیں کہ اگر تمام صحابیات کا علم ایک جگہ رکھا جائے اور حضرت عائشہ کا ایک طرف تو حضرت عائشہ کا علم سب پر بھاری ہو جائے گا۔ (1)

مثال کے طور پر یہاں حضرت عائشہ کا ذکر کیا گیا، ورنہ تاریخ میں حضرات صحابیات و تابعیات کی زندگیوں کا جو نقشہ دیا گیا ہے، وہ اس کی واضح دلیل ہے کہ وہ سب کی سب علم دین کی طلب و جستجو میں لگی رہتی تھیں اور اس طلب اور جستجو نے ان کو علم کے بلند مقام پر فائز کیا۔

◉ عبادت و تقویٰ:

عورت کے لئے جس طرح دین کی ضرورت ہے، اسی طرح عبادت و اطاعت، تقویٰ و پرہیزگاری کی بھی ضرورت ہے۔ قرآن میں جو صفات عورتوں کی بیان ہوئی ہیں، ان میں ایک صفت ''قانتات'' (عبادت و اطاعت کرنے والی عورتیں) مذکور ہے اور ایک جگہ ''عابدات'' (عبادت و اطاعت کرنے والیاں) کا ذکر ہے۔ نیز حدیث میں ارشاد ہے کہ جو عورت پانچ وقت نماز پڑھے، رمضان کے روزے رکھے، اپنی عصمت کی حفاظت کرے اور شوہر کی اطاعت کرے، وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے (یہ حدیث اوپر حوالے کے ساتھ گزر چکی ہے)

اس حدیث میں بھی عبادت و تقویٰ کی طرف ترغیب دلائی گئی ہے۔ نماز، روزہ کا ذکر عبادت کی طرف اشارہ ہے اور عفت و عصمت سے تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف اشارہ ہے اور شوہر کی اطاعت کا ذکر معاشرت و اخلاق کی طرف اشارہ ہے۔

لہذا عورت کو چاہئے کہ عبادت و اطاعت اور تقویٰ اور پرہیزگاری کا شوق اپنے اندر پیدا کرے۔ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

(1) تہذیب التہذیب: ۱۲/۴۳۵

Scanned with CamScanner

اللہ اس مرد پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے اور اپنی بیوی کو بھی جگائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے۔ اور اللہ اس عورت پر رحم کرے جو رات میں اٹھ کر نماز (تہجد) پڑھے اور اپنے شوہر کو بھی اٹھائے، اگر وہ نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑکے۔(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب آدمی اپنی بیوی کو رات میں اٹھاتا ہے پھر دونوں نماز پڑھتے ہیں تو ان کو ذاکرین میں لکھا جاتا ہے۔(۲)

عورت کے لئے تہجد کی ترغیب ہے تو پھر فرض کی کتنی اہمیت ہوگی، اس کا اندازہ خود لگائیے۔

الغرض اپنے آپ کو عبادات و طاعات کے لئے مستعد رکھنا چاہیے۔

● ذکر و تلاوت کی پابندی:

عورت کے لئے ذکر و اذکار، تسبیح و تلاوت کی پابندی بھی بڑی اہمیت رکھتی ہے، اس سے گھریلو دینی و گھریلو مشاغل میں بھی نورانیت و روحانیت نیز سہولت و آسانی بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ حضرت فاطمہؓ نے جب اپنے مشاغل و گھریلو کام کی مشقت کا ذکر کرتے ہوئے نبی کریم ﷺ سے جا کر ایک خادم عطا فرمانے کی درخواست کی تو نبی کریم ﷺ نے انھیں تسبیح و ذکر کی تلقین فرمائی تھی۔ چنانچہ روایات میں اس کی تفصیل اس طرح آئی ہے:

حضرت علیؓ و حضرت فاطمہؓ نے چاہا کہ چونکہ گھریلو کاموں کی زیادتی اور تنگی سے بہت پریشانی ہے، حضرت فاطمہؓ کے ہاتھ چکی پیس پیس کر سخت ہو گئے اور حضرت علیؓ کنویں سے پانی بھرا کرتے ہیں، اس سے ان کے سینے میں درد کی شکایت پیدا ہوگئی، اور حضرت فاطمہ بھی پانی اٹھایا کرتی تھیں، جس سے ان کی گردن میں نشان ہو گئے۔

(۱) ابو داؤد: ۱۴۵۰، نسائی: ۱۶۱۰ (۲) ابو داؤد: ۱۴۵۱ [illegible]

اور دیگر گھریلو مصروفیات سے ان کے کپڑے بھی خراب و خستہ ہو جاتے۔ اور روٹیاں پکانے کی وجہ سے (دھوئیں سے) چہرہ کا رنگ بدل جاتا۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے ایک غلام یا خادم مانگنے گئیں۔ جب اللہ کے نبی کے گھر پہنچیں تو آپ ﷺ وہاں موجود نہ تھے۔ حضرت عائشہؓ سے ذکر کر کے واپس چلی آئیں اور جب رات ہو گئی اور یہ حضرات بستر پر چلے گئے تب نبی کریم ﷺ ان کے گھر تشریف لائے۔ اور ان دونوں کے درمیان میں آپ بیٹھ گئے اور معلوم کیا کہ بیٹی! کیا بات تھی جو تم آئی تھیں؟ حضرت فاطمہ فرماتی ہیں: مجھے عرض کرتے ہوئے شرم آئی۔ اس لئے کہہ دیا کہ سلام عرض کرنے کے لئے حاضر ہوئی تھی، پھر بعد میں بتایا کہ یہ پریشانی تھی تو آپ ﷺ نے یہ پریشانی سماعت فرما کر فرمایا کیا میں تمہیں خادم سے بہتر چیز نہ بتاؤں؟

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: فاطمہ! تم جس چیز کا مطالبہ کر رہی ہو وہ تمہیں زیادہ پسند ہے یا وہ جو اس سے بہتر چیز ہے؟ حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ کو چٹکی لی اور (آہستہ سے) کہا کہ تم یہ بولو کہ خادم سے بہتر چیز ہے وہ پسند ہے۔ عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم بستر پر جاؤ تو چونتیس (۳۴) مرتبہ اللہ اکبر تینتیس (۳۳) مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس (۳۳) مرتبہ الحمد للہ پڑھو یہ تمہارے لئے خادم سے بہتر ہے۔(۱)

اس میں گھریلو کام کی مشقت سن کر نبی ﷺ نے جو ذکر و تسبیح کی تعلیم دی ہے اس کی وجہ بعض علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جو اللہ کے ذکر پر پابندی کرتا ہے اس کو اس سے زیادہ قوت ملتی ہے جتنی کہ خادم کے کام کرنے سے ملتی ہے۔ نیز اس کا کام کرنا آسان و سہل ہو جاتا ہے۔(۲)

---

(۱) بخاری [illegible]، فتح الباری [illegible] (۲) فتح الباری [illegible]

فصل خامس

عورت کے لئے ناپسندیدہ صفات واعمال

عورت کے لئے جس طرح بعض اعمال واوصاف پسندیدہ ہیں، اسی طرح بعض اعمال واوصاف اس کے لئے ناپسندیدہ بھی ہیں جن سے اس کو بچنا اور پرہیز کرنا چاہئے۔

● جاہلی تبرج:

قرآن پاک کے اندر عورتوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے:

﴿وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْأُولَىٰ﴾ [احزاب۔۳۳]

(تم عورتیں قدیم جاہلی طریقہ پر (اپنی زینت) دکھاتی مت پھرا کرو)

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں عورتیں بے پردہ پھرتی اور اپنے بدن اور لباس کی زیبائش کا اعلانیہ مظاہرہ کرتی تھیں۔ اس بد اخلاقی و بے حیائی کی روش کو مقدس اسلام کب برداشت کر سکتا ہے؟ اس نے عورتوں کو حکم دیا کہ گھروں میں ٹھہریں اور زمانہ جاہلیت کی طرح باہر نکل کر حسن وجمال کی نمائش کرتی نہ پھریں۔(1)

اس آیت اور اس کی تفسیر سے واضح ہوا کہ اسلام کی نظر میں عورت کا بے حیائی کے ساتھ اپنے حسن وجمال کا مظاہرہ کرنا اور بے پردہ گھومنا پھرنا ناپسندیدہ عمل ہے۔

مگر افسوس کہ آج یہ جاہلی رسم وطریقہ "فیشن" کے نام سے پوری بے حیائی اور اخلاقی حدود کی بے حرمتی کے ساتھ معاشرہ میں رواج پا گیا ہے، اور مسلمانوں کے اندر بھی اب یہ کوئی بری چیز باقی نہ رہی، بے شمار خاندان ایسے ہیں جن میں اس

---

(1) تفسیر عثمانی ص ۵۶۹

www.besturdubooks.wordpress.com

Scanned with CamScanner

بے حیائی، بے شرمی کو تہذیب و شائستگی کا قائم مقام سمجھ لیا گیا ہے۔ مردوں اور عورتوں کا آزادانہ اختلاط، ناچ میں بے شرمی، بے حیائی کا مظاہرہ اور غیر محرم کے سامنے لب و زینت کا اظہار ایک "فیشن" کی حیثیت اختیار کر گیا ہے مگر معلوم ہے کہ اس کے نتائج کیا ظاہر ہو رہے ہیں؟

خدا کی قسم اس کو بیان کرنے کی قوت و طاقت نہ زبان میں ہے اور نہ قلم میں ہے۔ لکھنے والوں نے محنت کر کے اس پر بہت کچھ لکھا ہے نہ صرف مسلمانوں نے بلکہ مغربی و یورپی اہل قلم نے بھی اس موضوع پر خامہ فرسائی کی ہے۔ یہاں صرف ایک حوالہ پر اکتفا کرتا ہوں۔ امریکہ کا ایک مصنف لکھتا ہے۔

"ہماری آبادی کا کثیر و بیشتر حصہ آج کل جن حالات میں زندگی بسر کر رہا ہے وہ اس قدر غیر فطری ہے کہ لڑکے اور لڑکیوں کو دس، چودہ برس کی عمر میں یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ عشق رکھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ نہایت افسوس ناک ہوتا ہے۔ اس قسم کی قبل از وقت عشقی دلچسپیوں سے بہت برے نتائج رونما ہو سکتے ہیں اور ہوا کرتے ہیں۔ ان کا کم از کم نتیجہ یہ ہے کہ کم عمر لڑکیاں اپنے دوستوں کے ساتھ بھاگ جاتی ہیں یا کم سنی میں شادیاں کر لیتی ہیں۔ اور بعض صورتوں میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے تو خودکشی کر لیتی ہیں۔" (1)

اس افسوسناک نتیجہ کو امر واقعہ تسلیم کرنے کے بجائے اس کی جڑ کو اکھاڑ پھینکنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

● عورت کی امارت:

اسلام میں عورت کے حقوق اور حدود مرد کے حقوق و حدود کے لحاظ سے مختلف ہیں۔ ہاں کم نہیں ہیں۔ حقوق کا مختلف ہونا اور بات ہے اور حقوق کا کم ہونا بالکل

---

(1) [illegible]

دوسری بات۔ مگر اکثر لوگ اپنی ناواقفی سے ان دونوں کو ایک خیال کرتے ہیں اور اسلام پر الزام عائد کرتے ہیں کہ وہ عورتوں کو پورے حقوق نہیں دیتا، حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

اسلام نے عورت کے لیے کام کا ایک دائرہ مقرر کیا ہے اور مرد کے لیے دوسرا دائرہ۔ عورت گھر کی ملکہ ہے، اور مرد گھر سے باہر کے امور پر حق رکھتا ہے۔ لہٰذا ان تمام کاموں کو جو عورت کے دائرے سے خارج ہیں، اسلام ان کو عورت کے حق سے خارج قرار دیتا ہے۔ انہی میں سے عورت کی امارت اور ولایت کا مسئلہ بھی ہے۔

جمہور علماء بلکہ تمام علماء کا اس پر ہمیشہ سے اتفاق چلا آرہا ہے کہ عورت کسی قومی و ملی کام کی متولی، والی و حاکم اور سردار نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ وہ قوم ہرگز فلاح نہیں پا سکتی جو اپنے امور کی والی عورت کو مقرر کرے۔ (1)

مگر حیرت ہے کہ آج کے دور میں خود بعض اہل اسلام بھی اس حدیث کو در خور اعتنا نہیں سمجھتے اور اب جگہ جگہ عورتیں الیکشن میں حصہ لیتی نظر آرہی ہیں اور بہت سی مجلسوں پر عوام انہی عورتوں کو کامیاب بناتے، ان کے حق میں ووٹ بھی دیتے ہیں۔ حالانکہ عورت کو ووٹ دینا دراصل اس کو والی بنانا ہے، جو حدیث کی رو سے صراحۃً ممنوع ہے، اور ایسی قوم کو فلاح کے حق سے ناکام قرار دیا ہے۔

بعض لوگ یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ بعض اسلامی ممالک میں عورتیں وزیر اعظم بنی ہوئی ہیں، اگر یہ ناجائز تھا تو وہاں یہ کیوں کر ہو گیا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ دنیا میں ہر طرح کے کام ہوتے ہیں، سچ بھی اور غلط بھی، اچھے بھی اور برے بھی، اس سے اس بات پر استدلال کرنا کہ شریعت میں یہ جائز ہے، اصولاً غلط اور بے موقع ہے اور جن اسلامی ممالک کا حوالہ اس سلسلے میں دیا جاتا ہے، وہ درحقیقت اسلامی ممالک کہلانے

(1) بخاری: ۴۴۲۵، نسائی: ۵۳۸۸، ترمذی: ۲۲۶۲

کے حق میں نہیں۔ زیادہ سے زیادہ ان کو مسلم ممالک کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ اسلامی ملک وہ ہے جہاں اسلامی قوانین اور شریعت کو آئین و دستور قرار دیا گیا ہو اور ان ممالک میں شریعت کو آج تک حیثیت دستور تسلیم ہی نہیں کیا گیا تو وہاں کے کسی قانون اور طریقہ کو بطور حجت پیش کرنا سادہ لوحی اور اصول سے عدم واقفیت ہی قرار دی جا سکتی ہے۔

● بے حیائی، بے پردگی:

عورت کی صفات میں بتایا گیا ہے کہ اس کو باحیا اور باپردہ ہونا چاہئے۔ اسی سے معلوم ہوا کہ اس کے حق میں بے حیائی اور بے پردگی اچھی چیز نہیں۔ اس سلسلے کے چند احکامات بھی لیجئے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا کہ

﴿ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِن زِينَتِهِنَّ ﴾ [نور: ۳۱]

(اور عورتیں اپنے پیر (زور سے) نہ ماریں تاکہ ان کی مخفی زینت ظاہر نہ ہو جائے)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت اتنی باحیا اور باپردہ ہونا چاہئے کہ اس کے پیروں کی آواز اور زیور کی جھنکار بھی مردوں کو محسوس نہ ہو۔ نیز جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ اپنی نگاہوں کو نیچی اور شرمگاہ کو محفوظ رکھیں، اسی طرح عورتوں کو بھی حکم ہے کہ وہ بھی اپنی نگاہوں کو نیچی رکھیں اور شرمگاہوں کی حفاظت کریں۔ (نور: ۳۱)

ایک دفعہ عبد اللہ بن ام مکتوم جو ایک نابینا صحابی تھے، نبی کریم ﷺ کے پاس تشریف لائے اور آپ کے پاس اس وقت ام سلمہ اور میمونہ تھیں۔ آپ نے ان دونوں سے فرمایا کہ تم پردہ میں چلی جاؤ، ان ازواج مطہرات نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کیا وہ نابینا نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کیا تم دونوں بھی اندھی ہو اور ان کو تم نہیں دیکھ سکتیں؟ (۱)

---

(۱) مشکوٰۃ: ۲۶۹

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح مردوں کو حکم ہے کہ عورتوں پر نگاہ نہ ڈالیں، اسی طرح عورتوں کو بھی حکم ہے کہ مردوں پر نظر نہ ڈالیں۔

قرآن میں ہے کہ: ”اگر مرد غیر محرم عورتوں سے کچھ مانگنا چاہیں تو پردہ کی آڑ سے مانگیں“۔ (احزاب:۵۳)

نیز فرمایا کہ: ”غیر مردوں سے نرمی کے ساتھ بات نہ کرو کہ جس کے دل میں بیماری ہے وہ کوئی لالچ نہ کرنے لگے“۔ (احزاب:۳۲)

نیز حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب عطر لگا کر کسی مجلس پر سے گذرے تو وہ ایسی اور ایسی یعنی زانیہ ہے۔(۱)

ان ساری تعلیمات کا حاصل وخلاصہ یہ ہے کہ عورت ہر طرح کی بے حیائی و بے پردگی سے مکمل پرہیز کرے یہی عورت کی شان اور اسی میں اس کا کمال ہے۔

● مردوں سے مشابہت:

عورت کا اصل حسن و جمال اس میں ہے کہ عورت عورت رہے، اللہ نے عورت کو جن خوبیوں اور کمالات سے ممتاز کیا ہے اس کا حق ہے کہ عورت اپنی ان خوبیوں و کمالات کو باقی رکھے۔ اس لئے شریعت نے حکم دیا کہ عورتیں مردوں کی مشابہت اختیار نہ کریں۔ چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر لعنت فرمائی ہے۔(۲)

افسوس کہ آج یورپ و امریکہ کی تہذیب جدید نے جہاں اور بہت سی بے حیائیوں کو عام کیا اور پھیلایا ہے، وہیں مردوں اور عورتوں میں فرق و امتیاز کو بھی ختم

(۱) ترمذی: [illegible]، ابوداود: [illegible]، نسائی: [illegible] (۲) ترمذی: [illegible]، ابوداود: [illegible]،
بخاری: [illegible]

کر دیا ہے۔ عورتیں لباس و پوشاک، وضع قطع، طرز و انداز سب چیزوں میں مردوں کی نقالی و مشابہت اختیار کرنے لگی ہیں اور اس غیر فطری روش و طریقہ کو فیشن کا نام دے کر بطور فخر اختیار کیا جاتا ہے۔

یاد رکھنا چاہئے کہ اس سے ایک طرف آخرت کی تباہی و ہلاکت ہے تو دوسری طرف دنیوی اعتبار سے بھی یہ نقصان دہ ہے، کیونکہ اس سے عورت کی نفسیات اور اس کی نسوانی خصوصیت متاثر ہوتی ہیں اور وہ پھر نہ مردوں میں شمار کرنے کے قابل رہتی ہے اور نہ عورتوں میں گننے کے لائق؛ کیونکہ ظاہری وضع قطع اور لباس و پوشاک اور طرز و انداز کا اثر نفسیات پر ضرور ہوتا ہے۔ اور جدید تحقیقات نے بھی اس کی تصدیق و توثیق کی ہے، اس لئے عورت کو صرف عورت ہی رہنا چاہئے۔

● باریک کپڑے پہننا:

عورت کے لئے حیا و پردہ کی ضرورت و اہمیت اور بے حیائی و بے پردگی کی برائی و مذمت اوپر عرض کی گئی ہے۔ اسی میں سے یہ بھی ہے کہ عورت اتنا باریک کپڑا نہ پہنے جس سے اس کا بدن ظاہر ہو۔ حدیث میں ہے کہ حضرت اسماء بنت ابو بکرؓ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اس وقت ان کے بدن پر باریک کپڑے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے منہ موڑ لیا اور فرمایا کہ اے اسماء! عورت جب بالغ ہو جائے تو اس کو لائق نہیں کہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نظر آئے بجز چہرہ اور ہاتھ۔ (۱)

ایک حدیث میں بطور پیشین گوئی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دوزخیوں کی دو قسم ایسی ہیں، جن کو میں نے دیکھا نہیں، یعنی میرے بعد ظاہر ہوگی۔ ان میں سے ایک یہ فرمایا کہ ایسی عورتیں جو کپڑے پہنی ہوں گی مگر ننگی ہوں گی۔ ان کے بارے میں فرمایا کہ یہ جنت میں نہ داخل ہوں گی اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ جنت کی خوشبو تو اتنی اتنی دوری سے محسوس کی جائے گی۔ (۲)

---

(۱) ابو داؤد: ۴۱۰۴، مشکوۃ: ۳۷۷ (۲) مسلم: ۲۱۲۸

اس حدیث میں جو فرمایا گیا کہ کپڑے پہنی ہوگی مگر ننگی ہوں گی۔ اس کا ایک مطلب علماء نے یہ بیان کیا ہے کہ اتنے باریک کپڑے پہنے کہ بدن اندر سے جھلکنے لگے۔ (۱)

اس پر اللہ کے نبی ﷺ نے سخت وعید بیان فرمائی ہے کہ ایسا لباس پہننے والی عورتیں جنت میں داخل نہ ہوسکیں گی اور نہ جنت کی خوشبو پا سکیں گی۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں ایک دفعہ حضرت ابو بکرؓ کی پوتی حضرت حفصہؓ بنت عبد الرحمان حاضر ہوئیں اور باریک دوپٹہ اوڑھے ہوئی تھیں، حضرت عائشہؓ نے اس دوپٹے کو لیا اور پھاڑ ڈالا، پھر ایک موٹی اوڑھنی ان کو اڑھائی۔ (۲)

دیکھئے کہ حضرت عائشہؓ نے باریک دوپٹہ کتنا برا سمجھا کہ اس کو پھاڑ ڈالا اور موٹا دوپٹہ ان کو اڑھایا۔ لہذا عورت کو چاہئے کہ باریک لباس نہ پہنے جس سے بدن جھلکنے لگے۔ یہ عورت کی فطرت کے خلاف ہے۔

● بلا محرم سفر:

بغیر محرم کے سفر، عورت کے لئے جائز نہیں، اگرچہ کوئی مقدس سفر ہی ہو جیسے حج کا سفر۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ

(۱) نبی کریم ﷺ نے فرمایا عورت تین دن کا سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا محرم ہو۔ (۳)

(۲) دوسری حدیث میں فرمایا کہ کسی ایسی عورت کے لئے جو اللہ پر اور آخرت پر ایمان رکھتی ہو، جائز نہیں کہ محرم کے بغیر ایک دن ایک رات کا سفر کرے۔ (۴)

---

(۱) شرح مسلم [illegible] (۲) مشکوۃ [illegible] (۳) بخاری [illegible] مسلم: [illegible]
مسند حمیدی [illegible] (۴) بخاری [illegible] مسلم: [illegible]

(۳) ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے سفر نہ کرے اور بعض روایات میں یوں ہے کہ عورت کیلئے حلال نہیں کہ بغیر محرم سفر کرے۔ (۱)

(۴) ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت ایک برید (تقریباً ۱۲ میل) کا سفر نہ کرے مگر یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا محرم ہو۔ (۲)

ان روایات میں بظاہر اختلاف نظر آتا ہے۔ کہ کسی میں عورت کو بغیر محرم سفر سے مطلقاً منع کیا گیا ہے، کسی میں ایک برید یعنی بارہ میل سفر سے منع کیا ہے بعض میں ایک دن کی مسافت سفر سے منع کیا ہے۔ بعض فقہاء نے فرمایا کہ عورت بغیر محرم کے نہ قریب کا سفر کر سکتی ہے نہ دور کا۔ اور روایات میں جو مختلف باتیں ہیں، یہ سوال کرنے والوں کے لحاظ سے ہیں کہ کسی نے تین دن کا سوال کیا، کسی نے ایک دن کا اور کسی نے ایک برید کا، تو جو سوال تھا اس کے مطابق جواب دیا گیا البتہ عورت کو بغیر محرم نہ دور کا سفر جائز ہے نہ قریب کا۔ بعض نے روایات مذکورہ میں ترجیح سے کام لیا ہے اور اس میں بھی فقہاء کے مختلف نظریات ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ موجودہ دور پر فتن میں جہاں ایک طرف شرم و حیا کی چادر کو تار تار کر دیا گیا ہے اور دوسری طرف فحش لٹریچر، گندے ناول، حیا سوز تصاویر، ٹی وی کے فحش پروگرام اور دیگر عوامل نے شہوت کی آگ ہر طرف بھڑکا رکھی ہے۔ عورت کیلئے اسی میں عافیت و خیریت ہے کہ وہ دور یا نزدیک سفر بغیر محرم کے کرنے سے بچے اور حضور اقدس ﷺ کی تعلیم کا منشا بھی بظاہر یہی ہے کہ عورت عافیت و خیریت میں رہے اور اس کی عزت، عفت و عصمت پر کوئی آنچ نہ آنے پائے۔

(۱) بخاری ۱/۳۶۹، مسلم ۱/۴۳۴، بیہقی ۳/۱۳۹ (۲) بخاری ۱/۳۶۹

● آرائش وزیبائش میں حدود سے تجاوز:

آرائش وزیبائش اور بناؤ سنگھار حسن وجمال کے لوازمات میں سے ہے اور عورت چونکہ سراپا جمال ہے یہ اس کی فطرت میں داخل ہے؛ اس لئے شریعت نے عورت کو بناؤ سنگھار کی اجازت ہی نہیں، بلکہ ترغیب بھی دی ہے، مثلاً:

(۱) عورت کو مہندی سے اپنے ہاتھوں کو زینت دینے کی اجازت و ترغیب حدیث میں آئی ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے بیعت کے لئے اللہ کے نبی علیہ السلام کی طرف ہاتھ بڑھایا تو فرمایا کہ اپنی ہتھیلیوں کو جب تک (مہندی سے) نہ بدلوگی، میں بیعت نہ کروں گا۔ اور ایک روایت میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے اپنے ہاتھ سے ایک خط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کیا تو آپ نے اپنے ہاتھ کھینچ لئے اور فرمایا کہ مجھے کیا پتہ کہ یہ مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟ اس عورت نے عرض کیا کہ عورت کا ہاتھ ہے فرمایا کہ اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو (مہندی سے) رنگ دیتی۔ (۱)

اس سے معلوم ہوا کہ عورت کو مہندی سے اپنے ہاتھوں کو زینت دینا مستحب، پسندیدہ امر ہے اور اس کی تعلیم و ترغیب دی گئی ہے۔

(۲) ریشمی لباس وپوشاک اور سونے کے زیورات مردوں کیلئے حرام وناجائز قرار دیے گئے مگر عورت کو اس کے ذریعہ زینت اختیار کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی گئی۔ چنانچہ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے میری امت کی عورتوں کیلئے ریشم اور سونا حلال کیا اور مردوں پر حرام کیا ہے۔ (۲)

دوسری روایت میں ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ ریشم کا لباس اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں کیلئے حلال ہے۔ (۳)

---

(۱) ابوداود:۲؍۵۷۶، نسائی:۲؍۲۴۹ (۲) نسائی:۲؍۲۹۲ (۳) ترمذی:۱؍۳۰۲، بیہقی:۲؍۹۸، طحاوی:۲؍۳۹۸

(۳) کانوں میں اور گلے میں، ہاتھوں اور پیروں میں زیورات سے اپنے کو آراستہ کرنے کی اجازت دی گئی اور احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ عام صحابیات میں اس کا رواج موجود تھا۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ ایک عید کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے نماز عید کے بعد عورتوں میں جا کر وعظ فرمایا اور اس میں صدقہ کی فضیلت بیان کی اور اس کا حکم دیا تو عورتیں اپنے کانوں سے قرطہ (بالیاں) اور گلوں سے ہار، ہاتھوں سے انگوٹھیاں اور پیروں سے چھلے نکال کر حضرت بلالؓ کے کپڑے میں ڈالنے لگیں۔ (۱)

ایک حدیث میں ہے کہ دو عورتیں اللہ کے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے۔ آپ نے پوچھا کہ تم ان کی زکوٰۃ دیتی ہو؟ انہوں نے بتایا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ کیا تم کو یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تم کو آگ کے کنگن پہنائے؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ ادا کرتی رہو۔ (۲)

اور امام بخاری تعلیقاً اور ابن سعد نے موصولاً روایت کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس سونے کی انگوٹھیاں تھیں۔ (۳)

ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عائشہؓ ایک مرتبہ چاندی کی بڑی بڑی انگوٹھیاں پہنی ہوئی تھیں۔ (۴)

اسی طرح حضرت ام سلمہؓ کے پاس بھی چاندی کے پازیب تھے جن کو استعمال فرماتی تھیں۔ (۵)

ان احادیث و آثار سے معلوم ہوا کہ اسلام نے عورت کو زیب و زینت کے

---

(۱) بخاری: ۲/۸۷۴، ۵۸۸۱، نسائی: ۱/۲۳۵، ابن ماجہ: ۹۱ (۲) نسائی: ۲/۳۴۸

(۳) بخاری: ۲/۸۷۴، فتح الباری: ۱۰/۳۲۴ (۴) ابوداؤد: ۲/۵۸۸ (۵) ابوداؤد: ۲/۵۸۸

Scanned with CamScanner

اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، مگر اس کے ساتھ یہ بات بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے کہ آرائش و زیبائش میں حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہے، بلکہ غیر شرعی زیبائش و آرائش سے بچنا چاہئے۔ چنانچہ احادیث میں اس کا ذکر موجود ہے۔

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بدن کو گودنے والی اور گدوانے والی کو، چہرے کے بال نوچنے والی اور حسن کی خاطر صورت میں تغیر کرنے والی عورتوں پر لعنت کرے، اور میں کیوں ان پر لعنت نہ کروں جن پر حضرت رسول خدا ﷺ نے لعنت کی ہے۔ (۱)

(۲) حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے بال میں دوسروں کے (بال جوڑنے والی) اور جڑوانے والی اور بدن گودنے والی اور گدوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (۲)

(۳) حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! میری بچی کے چیچک نکلی تھی، جس سے اس کے بال جھڑ گئے اور میں نے اس کی شادی کر دی تو کیا میں اس کے بالوں میں دوسرے بال جوڑ دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ نے بالوں میں جوڑ لگانے والی اور لگوانے والی پر لعنت کی ہے۔ (۳)

(۴) حضرت امیر معاویہؓ اپنے آخری حج کے دوران مدینہ تشریف لائے اور وہاں خطبہ دیا، آپ نے ایک سپاہی سے (جو آپ کا محافظ تھا) بالوں کا ایک گچھا لیا اور فرمایا کہ کہاں ہیں تمہارے علماء؟ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ آپ نے اس سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل اسی لیے ہلاک ہوئے (کہ ان کی عورتوں نے بالوں میں بال ملانے کو) اختیار کیا تھا۔ ایک روایت میں ہے

---

(۱) بخاری: [illegible]، نسائی: [illegible]، مسلم: [illegible]، ابوداؤد: [illegible] (۲) بخاری: [illegible]، ترمذی: [illegible]، ابوداؤد: [illegible]، نسائی: [illegible]، مسلم: [illegible] (۳) بخاری: [illegible]، بخاری: [illegible]، مسلم: [illegible]، نسائی: [illegible]

کہ انہوں نے فرمایا کہ میرا خیال یہ تھا کہ یہ کام (بالوں میں بال ملانا) سوائے یہود کے کوئی نہیں کرتا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کو جھوٹ اور دھوکہ قرار دیا ہے۔(1)

(۵) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اہل دوزخ کی دو قسمیں ایسی ہیں کہ میں نے ان کو نہیں دیکھا (یعنی آئندہ پیدا ہوں گی) ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دم کے مانند کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے۔ دوسرے وہ عورتیں جو کپڑے پہنی ہوں گی مگر ننگی ہوں گی۔ دوسروں کو اپنی طرف مائل کرنے والی اور خود دوسروں کی طرف مائل ہونے والی ہوں گی۔ ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے۔ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے اور نہ جنت کی خوشبو پائیں گے حالانکہ اس کی خوشبو اتنی دور سے محسوس کی جا سکے گی۔(2)

ان احادیث میں چند مسائل ہیں ہم ان کی تشریح تفصیل یہاں پیش کریں گے۔

● بدن گودنا یا گدوانا:

بدن گودنا یا گدوانا حرام ہے اور جاہلیت کے دور کی رسم ہے۔ اس کو عربی میں وشم کہتے ہیں۔ اس کی صورت یہ ہے کہ ہتھیلی کی پشت پر یا کلائی یا بازو یا سوڑھے وغیرہ پر سوئی سے نقش بنا کر اس میں سرمہ یا نیل وغیرہ بھر دیتے ہیں۔ جس سے وہ نقش ابھر کر دکھائی دیتا ہے۔ کبھی اس نقش میں کوئی پھول یا کسی جانور کی شکل بناتے ہیں۔ ہندوؤں میں اس کا رواج پایا جاتا ہے۔ اسلام میں یہ حرام ہے۔ گودنے والی اور گدوانے والی دونوں پر لعنت کی گئی ہے۔ ہاں اگر چھوٹی بچی کا اس کے ماں باپ گودوا دیں تو یہ ماں باپ گنہگار ہوں گے، بچی پر گناہ نہ ہوگا اور چونکہ اس میں خون بھر آنے کے بعد وہ سرمہ اس میں جم جاتا ہے، لہذا علماء نے فرمایا کہ وہ بدن کا حصہ ناپاک ہو جاتا ہے

---

(1) بخاری [illegible] مسلم [illegible] (2) مسلم [illegible]

اس کو زائل کرنا واجب ہے۔ بشرطیکہ بلا حرج و تکلیف اس کو ختم کیا جا سکے۔ (1)

غرض یہ کہ زینت کی یہ صورت قطعی اسلام میں حرام و ناجائز ہے۔ لہٰذا اس سے احتراز لازم و ضروری ہے۔

● بال نوچنا:

دوسری چیز جس سے ان احادیث میں ممانعت کی گئی ہے وہ ہے بال نوچنا۔ اور اس سے مراد یہ ہے کہ زینت و خوبصورتی کے لیے اپنی بھنویں بنائیں اور اس کے بال نوچیں۔ اسی طرح چہرے کے اطراف اور سر کے کناروں کے بال نوچنا بھی حرام ہے۔ اور عورت کے داڑھی یا مونچھ نکل آئے تو اس کو زائل کرنے کے بارے میں علماء نے اختلاف کیا ہے۔ امام ابن جریر نے تو اس کو بھی ناجائز قرار دیا ہے۔

مگر جمہور علماء نے فرمایا کہ داڑھی اور مونچھ کو نوچ کر نکال دینا عورت کے لیے مستحب ہے۔ (2)

اس سے معلوم ہوا کہ آج کل جو عورتوں میں بالوں کو کاٹ کے بھنویں بنانے کا رواج ہے وہ اس حدیث کی رو سے حرام و ناجائز ہے۔

● بالوں میں بال ملانا:

تیسری چیز ان احادیث میں وصل شعر ہے، یعنی بالوں میں بال ملانا۔ یہ بھی حرام و ناجائز ہے اور اس میں اتنی سختی برتی گئی ہے کہ چیچک کی وجہ سے ایک لڑکی کے بال جھڑ جانے پر بھی اللہ کے رسول ﷺ نے بھی اس کی اجازت نہیں دی کہ بال میں بال ملائے جائیں۔ جب کہ اس لڑکی کی شادی بھی ہوئی تھی اور شوہر کے لیے زیب و زینت کے لیے ضرورت بھی تھی جیسا کہ حدیث نمبر ۳ میں مذکور ہے۔

---

(1) فتح الباری: ۱۰/۳۷۸، شرح مسلم نووی: ۲/۲۰۵ (۲) ایضاً

جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ اپنے بالوں میں اضافہ کے لیے کوئی بال استعمال کریں یا کوئی چیز سب حرام و ناجائز ہے جیسے بال ملائے، ریشم، صوف وغیرہ کے بنے ہوئے گچھے ہوتے ہیں اور اس کے ناجائز ہونے کی دلیل مسلم کی روایت کردہ یہ حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے زجر و منع کیا کہ عورت اپنے بالوں میں کوئی چیز بھی ملائے۔ (1)

چونکہ اس حدیث میں بالوں میں کسی بھی چیز کو ملانے سے منع فرمایا گیا ہے لہٰذا جمہور علماء نے اس بات کو ناجائز قرار دیا کہ عورت اپنے بالوں میں ریشم، صوف، کپڑا وغیرہ کسی بھی چیز کو ملائے اور بالوں کو بڑھائے۔ لہٰذا احتیاط یہی ہے کہ عورت اس سے پرہیز کرے۔

البتہ بعض علماء و بعض فقہاء نے یہ مسلک اختیار کیا ہے کہ بالوں میں کسی انسان کے بال ملانا تو حرام و ناجائز ہے لیکن دوسری کسی چیز سے اپنے بالوں میں اضافہ کرنا ناجائز نہیں ہے اور ان کی دلیل حضرت سعید بن جبیر کا یہ قول ہے کہ

"لا باس بالقرامل" کہ قرامل میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں ہے۔

اس قول کو امام ابوداؤد نے نقل کیا ہے اور ابن حجر نے فرمایا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ (2)

قرامل قرمل کی جمع ہے اور یہ ایک قسم کی گھاس کو کہتے ہیں جس میں لمبی لمبی بالیاں ہوتی ہیں اور یہاں اس سے مراد ریشم یا صوف وغیرہ کے دھاگے ہیں جن کو عورتیں اپنے بالوں میں لگا کر چوٹیاں بناتی ہیں۔ (3)

اس قول کے پیش نظر بعض علماء و فقہاء یہ فرماتے ہیں کہ عورت اپنے بالوں میں بال تو نہیں ملا سکتی مگر صوف، ریشم وغیرہ کے بنے ہوئے گچھے استعمال کر سکتی ہے۔ امام احمد کا بھی یہی قول ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے اپنے سنن میں نقل کیا ہے۔ (4)

اور امام ابوحنیفہ اور علمائے حنفیہ کا بھی یہی مسلک ہے کہ بالوں کے علاوہ کوئی

---

(1) مسلم ۲۱۲۶ (۲) فتح الباری ۱۰/۳۷۵ (۳) فتح الباری ۱۰/۳۷۵ (۴) ابوداؤد ۴۱۷۱

Scanned with CamScanner

اور مصنوعی چیز بالوں میں ملانے اور لگانے کی اجازت ہے۔ چنانچہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ:

"لا بأس ان تصل المرأة شعرها بالصوف انما يُنهى بالشعر."

ترجمہ: اس میں حرج نہیں کہ عورت اپنے بال کو صوف میں ملائے ممنوع تو بال سے ملانا ہے۔(۱)

اس کو نقل کر کے امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ اسی کو ہم لیتے ہیں اور یہی امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اس سے واضح ہوا کہ عورت کو زینت کے لیے اپنے بالوں میں بال ملانے کی تو اجازت نہیں ہے، البتہ کوئی اور چیز ملائے تو درست اور جائز ہے۔ اور عورتوں میں مشہور ہے کہ عورت اپنے ہی بال جمع کر کے اس کی چوٹی بنائے اور لگائے تو جائز ہے، یہ صحیح نہیں۔ فقہاء نے تصریح کی ہے کہ عورت خواہ اپنے بال بالوں میں ملائے یا غیر کے، ہر دو صورتیں حرام اور ناجائز ہیں۔(۲)

خلاصہ یہ ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک عورت کا اپنے بالوں میں کسی بھی چیز کو جوڑنا ناجائز ہے، اور بعض ائمہ جیسے ابوحنیفہ اور امام محمد وغیرہ بالوں کے سوا کسی اور چیز کا استعمال کیا جائے تو اس کو جائز قرار دیتے ہیں، اور بال خواہ اسی کے ہوں یا کسی اور کے، بہرحال ان کا ملانا اور جوڑنا ناجائز ہے۔

● دانتوں کے درمیان جگہ بنانا:

ان احادیث میں اس بات سے بھی ممانعت آئی ہے کہ عورت دانتوں کے درمیان فاصلہ اور جگہ بنائے۔ عربی میں اس کو "تفلج" کہتے ہیں، جس کے اصل معنی ہیں دو چیزوں کے درمیان فاصلہ کرنا، اور یہاں مراد دانتوں کے درمیان فاصلہ کرنا ہے۔

---

(۱) جامع المسانید: ص ۲۰۰، کتاب الآثار ص ۱۷۴ (۲) عالمگیری: ص ۵۸۴، ج ۵۔
و فتاویٰ شامی: ۲۰۶/۲۵۳

تاکہ حسن پیدا ہو، یہ بھی حرام ہے، کیونکہ اس میں اللہ کی تخلیق میں تغییر و تبدیلی لازم آتی ہے۔ اسی لیے اس جگہ حدیث میں آگے یہ بھی مذکور ہے: "المغیرات خلق اللہ" (یعنی جو عورتیں کہ اللہ کی خلقت و بناوٹ میں تبدیلی کرنے والی ہیں) اس جملہ میں اشارہ ہے اس فعل کے ممنوع ہونے کی طرف، اور قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کرنا شیطانی عمل اور حرکت ہے۔ (نساء: ۱۱۹)

غرض یہ کہ حسن و خوبصورتی کی خاطر اللہ کی بناوٹ میں تبدیلی کی اجازت نہیں، البتہ علاج کے لیے یا دانتوں میں کسی عیب کے ازالہ کے لیے اس قسم کے کام کی ضرورت پڑے تو علماء نے اس کی اجازت دی ہے۔ (۱)

● سر پر چوٹی اونچا بنانا:

آخری حدیث میں نبی کریم ﷺ نے جو پیشین گوئی فرمائی کہ ایسی عورتیں ہوں گی جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی ہوں گی۔ اس کی تفصیل تو ابھی پہلے گزر چکی ہے اور ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہان کی طرح ہوں گے، بختی دراصل اونٹوں کی قسموں میں سے ایک خاص قسم ہے جس کے کوہان بڑے بڑے ہوتے ہیں۔ علامہ نووی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ عورتیں اپنے سروں کو عمامہ، کپڑا وغیرہ باندھ کر بڑا کریں گی۔ اس کی ممانعت کی گئی ہے۔ (۲)

اور قرطبی نے فرمایا کہ اس میں ان عورتوں کے سروں کو اونٹ کے کوہان سے اس لیے تشبیہ دی گئی ہے کہ یہ اپنی چوٹیوں کو اٹھا کر اپنے سروں کے اوپر باندھتی ہوں گی تاکہ زینت ہو۔ (۳)

یہ وہی صورت ہے جس کو یہاں کے عرف میں "جوڑا" کہتے ہیں۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ یہ جائز نہیں ہے اور اس میں ان عورتوں کو وعید سنائی گئی ہیں

---

(۱) شرح مسلم ۲: ۲۰۵ و مرقات: ۸: ۲۹۵ و فتح الباری ۱۰ (۲) شرح مسلم ۲: ۲۰۵
(۳) فتح الباری ۱۰: ۳۷۵

جو اپنے سروں پر جوڑا باندھتی ہیں کہ وہ عورتیں جنت کی خوشبو سے بھی محروم رہیں گی چہ جائیکہ جنت میں داخل ہوں۔

◉ سر کھلا رکھنا

آج کل سر کھلا رکھنا اور بے پردہ رہنا عورتوں کا فیشن بن گیا ہے اور عورتیں اس کو بھی زینت کا لازمہ سمجھتی ہیں۔ حالانکہ غیر محرم کے سامنے سر کھولنا بے حیائی کی بات ہے۔ اور یہ پردہ میں داخل ہے کہ سر اور بالوں کو غیر محرم سے چھپایا جائے۔

علامہ ذہبیؒ نے الکبائر میں ایک ایسی حدیث نقل کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت علی و فاطمہؓ دونوں ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ زار و قطار رو رہے تھے۔ ان حضرات نے آپ سے رونے کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ معراج کی رات میں نے اپنی امت کی عورتوں کو دیکھا مختلف قسم کے عذاب میں گرفتار تھیں۔ لہٰذا اس کی وجہ سے رو رہا ہوں۔ فرمایا کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کو بالوں میں باندھ کر لٹکا دیا گیا ہے اور اس کا دماغ پک رہا ہے اور ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی زبان سے باندھ کر لٹکا دیا گیا ہے اور اس کے حلق میں گرم گرم پانی ڈالا جا رہا ہے اور ایک عورت کو دیکھا جس کے پیر اس کی چھاتیوں سے باندھ دیے گئے ہیں اور ہاتھ سر پر باندھ دیے گئے ہیں۔ اور ایک عورت کو دیکھا جس کو اس کی چھاتیوں سے باندھ کر لٹکا دیا گیا ہے۔ اور ایک عورت ایسی ہے کہ اس کا سر خنزیر جیسا اور بدن گدھے جیسا ہے اور ہزاروں قسم کا عذاب ہو رہا ہے۔ اور ایک عورت کو دیکھا کتے کی شکل پر ہے اور آگ اس کے منہ میں داخل ہو کر پاخانہ کی راہ سے نکل رہی ہے اور فرشتے اس کے سر پر آگ کے گرزوں سے مار رہے ہیں۔ پھر تفصیل سے ان عورتوں کی وہ برائیاں بیان فرمائیں جن کی وجہ سے ان کو یہ عذاب ہو رہا تھا کہ پہلی عورت مردوں سے اپنے بال چھپاتی نہ تھی۔ دوسری شوہر پر زبان درازی کرتی تھی۔ تیسری پاکی کا اہتمام نہ کرتی تھی اور نماز کا مذاق اڑاتی تھی۔ چوتھی

Scanned with CamScanner

زانیہ تھی۔ پانچویں جھوٹی اور باطل ٹھہری۔ جنھیں حد کردی گئی۔ (۱)

اس حدیث سے بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ سر کھلا رکھنا عورت کے لیے معیوب بات ہے۔

فصل سادس

عورت اور ازدواجی زندگی

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت قاہرہ و حکمت بالغہ سے انسان کی دو قسمیں "مرد و عورت" بنا کر ایک دوسرے کیلئے سامان راحت و لذت اور ذریعہ تسکین و طمانیت پیدا فرمایا جس سے دنیا کا یہ پورا نظام ایک خاص انداز پر چل رہا ہے۔ اور اسی کی وجہ سے انسانوں کی آبادی کا سلسلہ بھی جاری و ساری ہے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا﴾ (نساء۱)

ترجمہ: اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک جاندار سے پیدا کیا اور اس جاندار سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اور تم خدا تعالیٰ سے ڈرو جس کے نام سے ایک دوسرے سے مطالبہ کرتے ہو اور قرابت سے بھی ڈرو بالیقین اللہ تعالیٰ تم سب کی اطلاع رکھتے ہیں۔ (۲)

پھر مرد و عورت کو ایک دوسرے کا جوڑا بنا کر ان میں محبت و مودت اور رافت و رحمت کے عجیب جذبات پیدا فرمائے ہیں، جو بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ایک عظیم

---

(۱) [illegible] (۲) ترجمہ تھانوی

کا نشانہ اور شاہکار ہے جیسا کہ خود اللہ کا ارشاد ہے:

﴿وَمِنْ آيَاتِهِ أَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِنْ أَنْفُسِكُمْ أَزْوَاجًا لِتَسْكُنُوا إِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ [روم:۲۱]

(اور اللہ کی قدرت کی) نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تم ہی میں سے جوڑے بنائے اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت ڈال دی بلاشبہ اس میں نشانیاں ہیں اس قوم کیلئے جو غور وفکر کرتے ہیں)

غرض یہ کہ اللہ تعالے نے مرد وعورت کے درمیان زوجیت کا رشتہ قائم کر کے انہیں ایک نئی زندگی سے وابستہ کر دیا جو تجرد کی زندگی سے بہت مختلف ہے۔ لہذا اس زندگی میں مرد وعورت پر کچھ ذمہ داریاں ہیں، کچھ حقوق، کچھ آداب عائد ہوتے ہیں، جنکی رعایت و پابندی اور حفاظت و پاسداری کے بغیر ازدواجی زندگی کا حقیقی لطف اٹھایا نہیں جا سکتا مگر یہاں اس وقت ہمارے پیش نظر چونکہ عورت کا کردار پیش کرنا ہے اس لیے ہم صرف عورت سے متعلق ان پہلوؤں پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں جو اسکی ازدواجی زندگی کے بنانے، سنوارنے اور اسلام کے مطابق گذارنے میں مفید و مؤثر اور نتیجہ خیز ہیں۔

● شوہر کی عظمت وعزت:

شادی کے بعد سب سے پہلے جس ذات سے عورت کو واسطہ و تعلق ہوتا ہے وہ شوہر ہے اور یہ رشتہ و تعلق جس طرح مضبوط و مستحکم ہوتا ہے، اسی قدر نازک بھی ہوتا ہے لہذا اسکو نبھانا اور قائم رکھنا کچھ اصول وآداب کا تقاضا کرتا ہے۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ عورت شوہر کی تعظیم و تکریم کرے اور اسکو اپنا بڑا خیال کرے اور اسکی عظمت وعزت کا پاس رکھے، اور قرآن مجید میں اللہ تعالے نے فرمایا کہ:

﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾ [النساء: ۳۴]

(مرد عورتوں پر حاکم ہیں)

اس آیت میں شوہر کی عظمت و حرمت بیان کی گئی ہے کہ وہ عورت پر حاکم اور اسکا قوام و قیم ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ یہ آیت سعد ابن ربیع کی عورت حبیبہ بنت زید کے بارے میں نازل ہوئی، جبکہ سعد نے اپنی بیوی کو اسکی نافرمانی پر ایک طمانچہ رسید کیا اور انکے والد نے اللہ کے رسول علیہ السلام سے شکایت کی تو اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا کہ تم بھی اپنے شوہر کو ایک طمانچہ لگا کر بدلہ لے لے، جب یہ باپ اور بیٹی بدلہ لینے کیلئے چلے تو اسی وقت حضرت جبرئیل علیہ السلام یہ آیت لیکر نازل ہوئے، آپ نے ان سے فرمایا کہ ادھر واپس آجاؤ، یہ دیکھو جبرئیل میرے پاس آئے ہیں، آیت سنا کر اللہ کے نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم نے ایک ارادہ کیا اور اللہ نے دوسرا ارادہ کیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ آپ نے یوں فرمایا) میں نے ایک بات کا ارادہ کیا اور اللہ نے جو ارادہ کیا وہی خیر ہے۔ (1)

اس آیت اور اسکے شان نزول سے معلوم ہوا کہ مرد (شوہر) کا اللہ اور اسکے رسول کی نظر میں کیا مقام و مرتبہ ہے اور حدیث میں ارشاد فرمایا گیا کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کیلئے میں سجدہ کا حکم دیتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے یہ اس حق کے سبب جو اللہ نے ان مردوں کا عورتوں پر رکھا ہے۔ (2)

اندازہ کیجئے کہ رسول اللہ ﷺ نے مرد کا کتنا اونچا مقام و مرتبہ بتایا ہے کہ اگر اللہ کے سوا کسی اور کیلئے سجدہ کی اجازت ہوتی تو عورت کو حکم ہوتا کہ مرد کو سجدہ کرے۔ لہذا عورت کو چاہئے کہ وہ مرد کی عزت و عظمت کو مد نظر رکھتے ہوئے اسکے ساتھ زندگی گذارے۔ آج کی عورتوں نے یورپ و امریکہ کی تقلید میں شوہر کی عظمت و حرمت کا

---

(1) قرطبی: ۵/۱۶۸، روح المعانی: ۵/۲۳ (2) ابو داؤد: ۲۱۴۰، ترمذی: ۱۱۵۹، بیہقی: ۷/۲۹۱، ۳۳۲

پاس و خیال ہی چھوڑ دیا ہے۔ اور مساوات کا کھوکھلا نعرہ لگا کر اسلام کی اس تعلیم کے خلاف چلنا شروع کر دیا ہے۔ مگر یاد رکھو کہ اسلام سے زیادہ مساوات کا حق دینے والا کوئی نہیں ہو سکتا (جیسا کہ اس سے قبل بھی تفصیلاً عرض کیا گیا ہے) مگر مساوات کا یہ مطلب لینا بالکل عقل و فطرت کے خلاف ہے کہ کسی کی عظمت و حرمت کا پاس و خیال نہ رکھا جائے۔ کیا کوئی شخص تمام انسانوں کے بحیثیت انسان مساوی ہونے کا یہ مطلب نکال سکتا ہے کہ کوئی بڑا اور چھوٹا نہیں، باپ اور بیٹے کا ہر اعتبار سے ایک ہی مرتبہ ہے، استاذ و شاگرد میں کوئی تفاضل نہیں اور حاکم اور رعایا سب ایک ہی مرتبے کے ہیں؟ ظاہر ہے کہ یہ مساوات کا حق ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ اسی طرح مرد و عورت کی مساوات کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا ہے کہ دونوں میں کسی بھی اعتبار سے فرق نہیں اور شوہر کو کسی اعتبار سے بھی تفوق حاصل نہیں۔

غرض یہ کہ اسلام میں شوہر کو ایک عظمت و بلندی مرتبہ حاصل ہے اور عورت پر لازم ہے کہ اس کا لحاظ کرے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ اے عورتو! اگر تم کو معلوم ہو جائے کہ تمہارے مردوں کا تم پر کیا حق ہے تو تم اپنے شوہر کے قدموں کی غبار کو اپنے گالوں سے صاف کر دوگی۔(1)

ایک حدیث میں جس کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے اور امام نسائی نے روایت کیا ہے، آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہؓ نے پوچھا کہ عورت پر سب سے بڑا حق کس کا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کے شوہر کا۔(2)

● شوہر کی اطاعت و خدمت:

عورت کے کمال و خوبی میں سے اسلام نے شوہر کی اطاعت و خدمت کو بھی شمار کیا ہے اور اس کو عورت پر لازم بھی قرار دیا ہے اور جو عورت شوہر کی اطاعت نہ

(1) الکبائر: ۱۷۱ (2) صحیح الجامع: ۱۰۷۰

کرے اس کیلئے جنت واجب بھی بیان کی گئی۔

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت اگر پانچ وقت کی نماز پڑھے، اور رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے تو وہ جنت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ (۱)

اس حدیث میں شوہر کی اطاعت کرنے والی عورت کو خوشخبری سنائی گئی ہے کہ وہ ضرور جنت میں جائیگی اور اسکو اختیار ہوگا کہ جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے۔ اس میں اشارہ ہے کہ اسکو کوئی چیز دخول جنت سے مانع نہ ہوگی اور جلد سے جلد جنت میں پہنچ جائیگی۔ (۲)

حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ سب سے اچھی عورت کون ہے؟ آپ نے فرمایا وہ عورت جو اپنے شوہر کو خوش کرے جب وہ اسکو دیکھے اور وہ اسکی فرمانبرداری کرے جب وہ کوئی حکم دے اور اسکے خلاف نہ کرے نہ اپنے نفس میں نہ اپنے مال میں جسکو وہ ناپسند کرے۔ (۳)

اس حدیث نے بہترین عورت کی صفات وخصوصیات میں تین چیزوں کو بیان کیا ہے:

(۱) جب شوہر اسکو دیکھے تو اسکو خوش کرے:

ملا علی قاری نے لکھا ہے کہ جب مرد عورت کی بشاشت وخوشی اور حسن اخلاق اور حسن معاشرت کو دیکھے تو خوش ہو جائے، اور اگر اسکے ساتھ ساتھ حسن صورت بھی جمع ہو جائے تو وہ نور علی نور اور سرور علی سرور ہے۔ (۴)

(۲) جب حکم دے تو اطاعت کرے:

اس سے مراد وہ حکم ہے جو شریعت کے خلاف نہ ہو، اگر کوئی مرد شریعت کے

---

(۱) مشکوٰۃ: ۲۸۱ (۲) مرقاۃ: ۶/۲۸۱ (۳) نسائی، مشکوٰۃ: ۲۸۳ (۴) مرقاۃ: ۶/۲۸۱

خلاف حکم دے مثلاً یہ کہے کہ بے پردہ میرے ساتھ چلو تو اس کی بات ماننا جائز نہیں،
کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے:

"لا طاعة لمخلوق في معصية الخالق"

(اللہ کی معصیت و نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں)

پس اگر شوہر خلاف شریعت حکم نہ دے بلکہ مباح و جائز کام کا حکم دے تو عورت کی خوش نصیبی یہ ہے کہ وہ اسکو انجام دے۔

(۳) اپنے نفس و مال میں اس کی مرضی کے خلاف کوئی تصرف نہ کرے:

نفس میں تصرف سے مراد یہ ہے کہ اس کی مرضی و اجازت کے بغیر کسی جگہ آئے جائے، کسی سے ملے وغیرہ اور مال سے مراد وہ مال ہے جو شوہر نے ضروریات زندگی کیلئے عورت کو دیا ہے۔ اس میں اس کی مرضی و اجازت کے بغیر تصرف درست نہیں۔ اور بعض علماء نے کہا کہ مال سے عورت کا مال مراد ہے۔ اس صورت میں عورت کو اپنے مال میں بھی بغیر شوہر کی مرضی کے تصرف نہ کرنا چاہئے۔ بہترین عورت کا یہی کردار ہوتا ہے۔ (۱)

حضرت حصین بن محصنؓ نے اپنی ایک پھوپھی سے روایت کیا ہے (جو کہ صحابیہ ہیں) کہ انہوں نے فرمایا کہ میں ایک حاجت و ضرورت کیلئے اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ اے عورت! کیا تو شوہر والی ہے؟ میں نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا پھر اس کے ساتھ تو کیسی ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں کوتاہی نہیں کرتی مگر جس سے عاجز ہو جاتی ہوں، آپ نے پھر فرمایا کہ دیکھ لے کہ تو کہاں ہے؟ (تو) وہ (شوہر) ہی تیری جنت یا دوزخ ہے۔ (۲)

اس حدیث میں شوہر کی رضا و اجازت کے بغیر عورت کے باہر جانے پر اللہ کے رسول ﷺ نے ناگواری کا اظہار کیا ہے۔ اور آخر میں یہ فرمایا کہ شوہر یا تو تیری

(۱) مرقات: ۶/ ۳۴۲ مرقات سے اس کی دونوں تفسیر نقل کی گئی ہیں (۲) مسند حمیدی: ۱/ ۱۷۸

جنت ہے یا جہنم۔ یعنی اگر اس کی اطاعت و خدمت کرے گی تو جنت ملے گی ورنہ جہنم۔

حضرت عائشہؓ سے ایک لمبی حدیث میں مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر شوہر عورت کو حکم دے کہ پیلے پہاڑ سے پتھر اٹھا کر کالے پہاڑ کی طرف اور کالے پہاڑ سے سفید پہاڑ کی طرف منتقل کرے تو اسکو چاہیے کہ ایسا ہی کرے۔ اس حدیث میں لال پہاڑ اور کالے پہاڑ کا ذکر ہے (۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ مرد کی اطاعت و فرمانبرداری کے لیے عورت کو ہر وقت تیار رہنا چاہیے خواہ وہ مشکل سے مشکل کام کیوں نہ ہو۔ اس سے اطاعت کی اہمیت بتانا مقصود ہے۔

حضرت حسن بصریؒ نے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن عورت سے سب سے پہلے جس بات کا سوال ہوگا وہ اسکی نماز اور اسکے شوہر کے بارے میں ہوگا۔ (۲)

یعنی یہ سوال ہوگا کہ شوہر کی اطاعت و خدمت کی یا نہیں؟ اب سوچ لیا جائے کہ مرد کی اطاعت فرمانبرداری اور خدمت کتنی ضروری ہے۔

◉ شوہر کی رضا و خوشی کا اہتمام:

ازدواجی زندگی میں شوہر کی مرضی و خوشی کا اہتمام اور اسکی ناراضی و ناخوشی سے بچنے کا التزام بھی عورت کے اہم ترین فرائض میں داخل ہے۔ اور اسکے خلاف کرنا اسکے لئے اللہ کے غضب و قہر کا باعث و سبب ہے۔

حضرت ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت اس حال میں مرے کہ اس کا شوہر اس سے راضی ہو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ (۳)

مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ شوہر کی رضا و خوشی، عورت کو جنت میں لے

---

(۱) مشکوٰۃ:۲۸۳ بحوالہ بیہقی:۲۸۳ (۲) کنز:۱۸۳ (۳) ابن ماجہ:۲۲۳ ترمذی:۲۲۴

جاتی ہے۔ اس سے شوہر کی رضا و خوشی کے حاصل کرنے کی اہمیت و فضیلت ثابت ہوئی۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تین شخص ہیں جن کی نہ نماز قبول ہوتی ہے اور نہ ان کی کوئی نیکی (آسمان کی طرف) اوپر جاتی ہے۔ ایک وہ غلام جو بھاگ گیا ہو جب تک وہ اپنے آقاؤں کی طرف لوٹ کر نہ آئے اور اپنا ہاتھ ان کے ہاتھ میں نہ دیدے۔ (یعنی اطاعت کرے) دوسرے وہ عورت جس پر اس کا خاوند ناراض ہو، تیسرے شرابی جب تک کہ نشہ سے نکل نہ آئے۔(1)

اس روایت سے معلوم ہوا کہ شوہر کی ناراضی سے اللہ بھی ناراض ہوتے ہیں اور اس عورت کی نمازوں کو رد کر دیتے ہیں۔ جو شوہر کو ناراض کرتی ہے، مگر یہاں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مراد وہ ناراضی ہے جو شریعت کے موافق ہو۔ اگر شوہر اس لئے ناراض ہوتا ہے کہ عورت اللہ کے حکموں پر چلتی ہے تو اس کی یہ ناراضی حدود شرع سے تجاوز ہونے کی بنا پر ناقابل اعتبار ہوگا۔ ہاں نوافل و مستحبات کے ادا کرنے میں عورت کو چاہئے کہ شوہر کی رضا کا لحاظ رکھے۔ مثلاً نفل نماز پڑھنے یا نفل روزہ رکھنے سے شوہر کے حقوق میں کوتاہی لازم آتی ہے تو عورت کو نفل نماز و نفل روزہ کی اجازت نہ ہوگی، مگر یہ کہ شوہر اجازت دیدے تو پھر وہ ادا کرے۔ چنانچہ

(1) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عورت کے لئے حلال نہیں کہ وہ روزہ رکھے جبکہ اس کا شوہر موجود ہو مگر اس کی اجازت سے (رکھ سکتی ہے)(2)

(2) حضرت ابوہریرہؓ ہی سے ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت رمضان کے سوا کوئی اور روزہ نہ رکھے جب اس کا خاوند موجود ہو مگر یہ کہ اس کی اجازت ہو۔ (تو پھر جائز ہے)(3)

---

(1) مشکوٰۃ: ۲۸۳ (2) بخاری: ۲/۷۸۲ (3) ابو داؤد: ۱/۳۳۳، ترمذی: ۱/۱۶۲،
ابن ماجہ: ۱۲۳، دارمی: ۱۵۲

(۳) حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! میرے شوہر صفوان بن معطل، مجھے نماز پڑھتی ہوں تو مارتے ہیں اور روزہ رکھتی ہوں تو روزہ تڑوا دیتے ہیں اور خود فجر کی نماز اس وقت تک نہیں پڑھتے جب تک کہ سورج نہیں نکل جاتا۔ راوی کہتے ہیں کہ حضرت صفوان اس وقت وہیں مجلس میں موجود تھے۔ نبی کریم ﷺ نے ان سے ان باتوں کے بارے میں پوچھا جو اس عورت نے کہا تھا۔ حضرت صفوان نے وضاحت کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس نے جو کہا کہ نماز پڑھنے پر مارتا ہوں تو بات یہ ہے کہ یہ دو دو سورتیں (نماز میں) پڑھتی ہے اور میں نے اس سے منع کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ایک سورت ہی کافی ہے۔ صفوان نے کہا کہ اس نے جو یہ کہا کہ میں اس کا روزہ تڑوا دیتا ہوں تو بات یہ ہے کہ یہ مسلسل روزے رکھتی چلی جاتی ہے اور میں جوان آدمی ہوں صبر نہیں کر سکتا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ نہ رکھے۔ پھر صفوان نے عرض کیا کہ اور یہ بات کہ میں نماز فجر سورج نکلنے تک نہیں پڑھتا۔ تو اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم ایسے گھر والے ہیں (رات میں ضرورت کے لئے کام کرتے ہیں) لہٰذا سورج نکلنے سے پہلے اٹھ نہیں پاتے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب بیدار ہوں نماز پڑھ لو۔(1)

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ نفل روزہ شوہر کی مرضی و اجازت کے بغیر رکھنا اچھا نہیں۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ نوافل پر نوافل یا لمبی لمبی رکعتیں پڑھنا جس سے شوہر کی خدمت میں خلل واقع ہو اچھا نہیں۔ غرض یہ کہ شوہر کی رضا و خوشی کا ہر جگہ اور ہر وقت لحاظ و خیال رکھنا عورت پر لازم ہے۔

---

(1) ابوداؤد: ۳۳۵

ایک تنبیہ:

مگر ایک بات ذہن میں رہے کہ یہ شوہر کی اطاعت وفرمانبرداری اور اس کی رضا وخوشی کا اہتمام وخیال صرف اس موقع پر ضروری اور لازم ہے جب اس سے خدا کی نافرمانی اور ناراضی لازم نہ آتی ہو۔ اگر شوہر ایسی بات کا حکم دے جس سے خدا کی نافرمانی لازم آتی ہو یا اس کی ناراضی پر مشتمل ہو تو وہاں ہرگز شوہر کی بات نہیں مانی جائیگی۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی لڑکی کی شادی کی، پھر اس کے سر کے بال گرنے لگے، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور عرض کیا کہ میرے شوہر نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں اپنے بالوں میں دوسرے بال ملاؤں، آپ نے فرمایا کہ نہیں! بال میں بال ملانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔(1)

دیکھئے اس حدیث نے صاف بتادیا کہ جو بات خلاف شرع ہو اس میں شوہر کی بات نہیں مانی جائیگی۔

شوہر کی ناشکری سے پرہیز

عام طور پر عورتوں میں ایک بیماری یہ ہے کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں۔ مال وپیسے، عمدہ کھانے وبہترین کپڑے ملیں، راحت وآسائش کا پورا سامان میسر ہو مگر ذرا سی بات خلاف طبع پیش آجائے تو بلا جھجک یہ کہہ دیتی ہیں کہ اس گھر میں میں نے کبھی راحت نہیں پائی، یہاں مجھے کوئی سکون نہیں۔ چنانچہ اس زود رنجی اور ناشکری کا حدیث میں ذکر آیا ہے اور اس پر نبی کریم ﷺ نے وعید سنائی ہے۔

اس حدیث کو غور سے ملاحظہ کریں اور اپنے حالات پر بھی غور کریں۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

---

(1) بخاری: ۷۸۵/۲

"میں نے دوزخ کو دیکھا اس میں اکثر عورتیں تھیں۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ یہ کس وجہ سے ہے؟ آپ نے فرمایا کہ ان کی ناشکری کرنے کی وجہ سے ہے۔ پوچھا گیا کہ کیا وہ اللہ کی ناشکری کرتی ہیں؟ فرمایا کہ اپنے شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور احسان کو جھٹلاتی ہیں۔ اگر تو ان میں سے کسی سے اپنی پوری زندگی بھی احسان و سلوک کرے پھر تجھ سے کوئی بات خلاف مزاج دیکھے گی تو یوں کہے گی کہ میں نے تیرے سے کوئی بھلائی کبھی نہیں دیکھی۔" (1)

حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو وغیرہ سے مروی ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ "اے عورتو! تم صدقہ دو اور کثرت سے استغفار کرو کیونکہ میں نے دیکھا کہ تم دوزخ والوں میں زیادہ تعداد میں ہو۔ ایک ذکی عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! ہماری کیا بات ہے کہ ہم دوزخ میں زیادہ جائیں گی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم (عورتیں) لعنت بہت کرتی اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو۔ ایک روایت میں ہے کہ تم شکوہ بہت کرتی ہو۔" (2)

ان روایات سے معلوم ہوا کہ عورتوں میں کچھ بری باتیں اور اخلاقی رذائل ایسے ہیں جن کی وجہ سے اکثر عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ ایک یہ کہ زبان پر لعنت طعن کے الفاظ ہوں، چنانچہ مشاہدہ ہے کہ اکثر عورتیں اپنے بچوں کو، بڑوں کو، اپنوں اور غیروں سب کو اکثر و بیشتر لعنت کرتی رہتی ہیں۔ دوسرے یہ کہ شکوہ و شکایت انکا محبوب مشغلہ ہے کہ معمولی معمولی باتوں پر شکوہ و شکایت کرنے لگتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ شوہر کی ناشکری کرتی ہیں اور کتنا بھی انہیں عیش و راحت شوہر کی طرف سے ملے لیکن اگر جو بھی ذرا سی بات خلاف مزاج پیش آگئی سارے پر پانی پھیر دیتی ہیں۔

---

(۱) بخاری: ۱۰۵۲، مسلم: ۹۰۷، نسائی: ۱۴۹۳ (۲) ابن ماجہ: ۴۰۰۳، مسلم: ۸۸۵، ۷۹، صحیح البخاری: ۳۰۴، بخاری: ۱۴۶۲

Scanned with CamScanner

نبی کریم ﷺ نے اس پر وعید سنائی ہے کہ ایسی عورتیں جہنم میں جائیں گی۔ اس لیے ایک تو عورتوں کو اس قسم کی برائیوں سے خصوصیت سے پرہیز کرنا چاہیے۔ دوسرے صدقہ و خیرات اور استغفار کے ذریعہ ان گناہوں کو دھونا چاہیے۔

شوہر کے لیے زیب و زینت:

ازدواجی زندگی میں جن امور کی بہت زیادہ اہمیت ہے ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے لیے زیب و زینت اختیار کرے۔ اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگائے کہ نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس آتے ہیں تو صحابہ سے فرماتے ہیں کہ ابھی تو ذرا گھروں میں داخل نہ ہوں بلکہ عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ بالوں کو ٹھیک کر لیں اور غیر ضروری بال صاف کر لیں۔ (۱)

اس حدیث میں حضرت آپ نے واضح کیا ہے کہ نبی ﷺ حکم فرماتے ہیں کہ ابھی فوراً ہی گھروں میں داخل نہ ہوں اور عورتوں کو ذرا مہلت دو کہ وہ بالوں میں کنگھی کر لیں اور غیر ضروری بالوں کو استرے وغیرہ سے صاف کر کے زینت اختیار کر لیں۔

ملا علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں: حکمت یہ ہے کہ اس وقت تک ٹھہر جاؤ کہ عورتیں اپنے شوہروں کے لیے زیب و زینت کر لیں اور اپنے آپ کو شوہر کے لیے تیار کر لیں۔ (۲)

ایک اور حدیث میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ جب تو رات میں (شہر میں) داخل ہو تو اپنے گھر والوں کے پاس اس وقت تک داخل نہ ہو کہ وہ بالوں میں کنگھی اور استرے سے صفائی نہ کر لے۔ (۳)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی بہت

---

(۱) بخاری: ۵۰۷۹، مسلم: ۳۶۳۷، مشکوٰۃ: ۳۰۸۷ (۲) مرقات: ۱۹۰

(۳) بخاری: ۵۲۴۶

دنوں (گھر سے) غائب رہے تو رات میں اچانک اپنے گھر والوں کے پاس نہ جائے۔(۱)

علامہ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ:

اس حکم کی وجہ یہ ہے کہ طویل مدت تک گھر سے غائب رہنے کی صورت میں ہوسکتا ہے کہ عورت کی طرف سے ایسی بات پائے جو کراہت و نفرت کا سبب و باعث بن جائے۔ مثلاً عورت صفائی و نظافت اور زیب و زینت کے ساتھ نہ ہو۔(۲)

اس سے یہ بات واضح طور پر معلوم ہوگئی کہ عورت کا مرد کے لیے زیب و زینت اختیار کرنا ضروری ہے۔ اسی لیے مردوں کو حکم دیا گیا کہ یکدم و اچانک گھروں میں داخل نہ ہوں تاکہ عورتیں زیب و زینت کر لیں۔ اور علماء نے اس کو مرد کے حقوق میں شمار کیا ہے کہ عورت پاکی و صفائی اور زیب و زینت کے ساتھ رہے اور اس میں کوتاہی کرنے پر سزا دی جاسکتی ہے۔ درمختار و بحر الرائق میں ہے کہ:

"زینت کے ترک کرنے پر شوہر اپنی بیوی کو سزا دے سکتا ہے۔"(۳)

اسی طرح فتاویٰ بحر الرائق میں ہے کہ چار باتوں پر شوہر بیوی کو مار سکتا ہے ان میں ایک یہ ہے کہ عورت زینت ترک کرے۔ اور ایک حیرت ناک بات یہ بھی ان لکھی کہ ان چار میں ایک چیز نماز کا ترک کرنا بھی ہے مگر اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ نماز کے چھوڑنے پر عورت کو شوہر مار سکتا ہے یا نہیں؟ لیکن ترک زینت پر مارنے کے جواز پر سب کا اتفاق ہے۔(۴)

اس سے اندازہ لگائیے کہ عورت کے لیے زینت کا اختیار کرنا کس قدر ضروری اور اہم ہے اور زینت، نظافت و صفائی میں یہ چیزیں بھی داخل ہیں کہ جسم کو صاف یا

---

(۱) بخاری: ۵۲۴۴ (۲) فتح الباری: ۹/۳۴۰ (۳) شامی: ۳/۱۸۹ (۴) کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعۃ: ۳۴۶، بحر الرائق: ۳/۱۰۵

کسی اور چیز سے صاف کرے، اور جسم اور کپڑوں کو عطر و خوشبو سے معطر کرے، اور صاف ستھرے کپڑے پہنے، بالوں میں کنگھی کرے، زیر ناف اور بغلوں کے بال صاف کرے وغیرہ۔

◉ گھر اور بچوں کی حفاظت:

اسلام نے پاکیزہ اور پرسکون اور پرلطف زندگی کے لیے جو اصول و ضوابط تعلیم فرمائے ہیں، ان میں ایک یہ بھی ہے کہ عورت شوہر کے گھر کی، اس کے مال و اسباب کی اور اس کے بچوں کی نگرانی و حفاظت کرتی رہے۔ یہ اس کے فرائض و ذمہ داریوں میں داخل کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر اور بچے کی راعی، نگران اور حفاظت کرنے والی ہے۔ (۱)

راعی، وہ امانت دار نگران جو اس چیز کی اصلاح و تدبیر میں لگا رہتا ہے جو اس کی ذمہ داری میں دی گئی ہو اور عورت کی نگرانی یہ ہے کہ گھریلو امور اور اولاد کی تدبیر کرے اور اس معاملہ میں شوہر کا تعاون کرے۔ (۲)

وہ حدیث پہلے گزر چکی ہے جس میں فرمایا گیا کہ بہترین عورت وہ ہے جو شوہر کے مال میں خیانت نہ کرے اور شوہر کی مرضی کے بغیر اس میں تصرف نہ کرے۔

بہر حال عورت کی یہ ذمہ داری ہے کہ شوہر کے گھر اور اس کے مال و اولاد کی حفاظت کرے، اور اس کے لئے بہتر سے بہتر تدبیر اختیار کرے، کسی چیز کو ضائع نہ کرے، خراب نہ کرے، ورنہ اس سلسلہ میں اس کی باز پرس ہوگی۔ چنانچہ اوپر درج کردہ حدیث کے اس آخری حصہ میں یہ جملہ ہے:

"اَلَا فَكُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ"

(تم میں ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی ماتحت رعایا کے بارے

---

(۱) البخاری ۲/۱۰۵۷ (۲) فتح الباری ۱۳/۱۱۳

میں سوال کیا جائے گا۔)

بچوں کی تربیت و نگرانی:

عورت پر شادی کے بعد جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں اپنے بچوں کی تربیت اور تعلیم بہت ہی اہم اور نازک ذمہ داری ہے۔ اس کی طرف اوپر کی احادیث میں اشارہ گذر چکا ہے مگر اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کو الگ سے ذکر کرنا مناسب سمجھا گیا۔

بچوں کی تعلیم و تربیت کی ذمہ داری اگرچہ باپ پر عائد ہوتی ہے لیکن اس سلسلے میں ماں جو کردار ادا کر سکتی ہے اس کے مقابلے میں باپ کی حیثیت ثانوی درجہ کی ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ماں کی گود بچے کا سب سے پہلا مدرسہ و تعلیم گاہ ہوتی ہے، پھر بچہ ماں سے دن رات کے چوبیس گھنٹے میں اکثر اوقات ساتھ رہتا ہے، جبکہ باپ سے بہت کم ساتھ رہتا ہے، اس لئے عورت پر بچوں کی تعلیم و تربیت کی یہ نازک ذمہ داری باپ سے زیادہ عائد ہوتی ہے۔

اس سلسلے میں ایک بات تو یہ ذہن نشین ہونا چاہئے کہ بچے کو شروع ہی سے ایمان و یقین میں مضبوط کرنے کی فکر لازم ہے۔ دوسرے اسلامی آداب و اسلامی تہذیب سے اس کو آراستہ کرنے کی کوشش کرنا چاہئے، پھر جب وہ پڑھنے لکھنے کے قابل ہو جائے تو تعلیم کا بندوبست کرنا چاہئے۔ تعلیم میں اول و مقدم دینی تعلیم کو رکھنا چاہئے پھر عصری و دنیوی تعلیم سے بھی بچے کو آراستہ کرنے کی تدبیر کرنا چاہئے۔

یہ مختصر جملے بڑی تفصیل کے متقاضی ہیں، لیکن یہاں اس تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ آج عام طور پر مائیں اپنے بچوں کی تربیت میں لاپرواہی کرتی ہیں، ان کو نہ اسلامی آداب سکھاتی ہیں، نہ اسلامی تہذیب و اخلاق سے ان کو آراستہ کرتی ہیں، بلکہ صرف انگریزی و عصری اسکولوں کے حوالے کر کے یہ سمجھ جاتی ہیں کہ ہم نے حق ادا

Scanned with CamScanner

کر دیا، مگر ان کو یہ خبر نہیں کہ ان اسکولوں میں ایمان و یقین تو ایک طرف رہا، وہاں ان بچوں کو اخلاق و آداب کی تعلیم بھی نہیں دی جاتی بلکہ اور زیادہ بے ادبی، گستاخی، بے تہذیبی سکھائی جاتی ہے، جیسا کہ مشاہدہ و تجربہ ہے۔ اس لئے بچوں کی تربیت کا گھر میں انتظام ہونا چاہئے۔ مگر اس کے لیے پہلے ماؤں کو علم و اخلاق، ایمان و اسلام سے اپنے آپ کو مزین و آراستہ کرنا چاہئے، ورنہ جہالت و بد اخلاقی و بد تہذیبی سے ماں خود آزاد ہو تو بچوں کی وہ کیا تربیت کر سکتی ہے؟

بچوں کی تربیت کے لیے حضرات انبیاء علیہم السلام کے قصے، حضرات صحابہ و صحابیات کے واقعات اور بزرگان دین کے حالات و واقعات کا ذکر کرنا اور ان کو سنانا نہایت مفید ہوتا ہے اور چونکہ بچے کہانی سننے کے نہایت شوقین ہوتے ہیں اس لئے وہ ان قصوں کو بہت ذوق و رغبت سے سنتے اور یاد بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا اس کا بھی اہتمام کرنا چاہئے۔ بعض عورتیں بچوں کو گالیاں سکھاتی ہیں اور بچے کی زبان سے گالیاں سن کر خوش ہوجاتی ہیں اور اکثر عورتیں اپنے بچوں کو گالی دینے کی عادی بناتی ہیں اور بچے اس کی وجہ سے فحش و بے حیائی میں مبتلا ہوجاتے ہیں اور بعض عورتیں اپنے بچوں کو گانے سکھا کر خوش ہوجاتی ہیں۔ غور کیجئے کہ یہ تربیت ہوئی یا بگاڑ؟

غرض یہ کہ ماں پر بڑی اہم و نازک ذمہ داری ہے۔ اس کو احساس ذمہ داری کے ساتھ ادا کرنا چاہئے۔ تربیت اولاد کے سلسلے میں مشہور محدث علامہ ابن القیم نے اپنی کتاب "تحفۃ المودود باحکام المولود" میں ایک جگہ تفصیلی کلام کیا ہے۔ میں یہاں اس کے ایک حصہ کا خلاصہ پیش کرتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے:

جن چیزوں کا بچہ بہت زیادہ محتاج ہوتا ہے ان میں سے ایک اس کے اخلاق کی طرف بھی توجہ ہے، کیونکہ اخلاق پیدا ہوتے ہیں ان چیزوں سے جن کی عادت مربی بچپن میں ڈالتا ہے، جیسے سخت مزاجی، غصہ، چاپلوسی، جلد بازی، خواہش، شدت اور

Scanned with CamScanner

لالچی وغیرہ، یعنی بڑے ہونے کے بعد ان چیزوں کی اصلاح اس پر مشکل ہو جاتی ہے اور یہ صفات و عادات اس میں راسخ ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اکثر لوگوں کو دیکھا جاتا ہے کہ ان کے اخلاق منحرف ہوتے ہیں؛ کیونکہ ان کی تربیت ہی اسی طرح ہوئی ہے۔

اسی طرح ضروری ہے کہ بچہ جب عقل و شعور کی عمر کو پہنچ جائے تو لہو و لعب اور باطل قسم کی مجالس سے بچے، گانے، فحش اور بدعت اور بری گفتگوں کے سننے سے بچے؛ کیونکہ جب یہ اس کی سماعت سے متصل ہو جاتے ہیں تو بڑے ہو کر ان باتوں سے الگ ہونا ان پر مشکل ہوتا ہے۔

اور اس کے ذمہ دار کو بھی ان باتوں سے ان کو ہٹانا شاق (مشکل) ہوتا ہے؛ کیونکہ عادات کو بدلنا مشکل کاموں میں سے ہے۔

ذمہ دار کو چاہیے کہ وہ بچے کو کسی سے کوئی چیز لینے سے بہت ہی زیادہ اجتناب کرائے؛ کیونکہ جب وہ لینے کا عادی ہو جائے گا تو یہ اس کی طبیعت ہی بن جائے گی اور وہ لینے کا عادی ہوگا، نہ کہ کسی کو دینے کا۔ لہٰذا بچے کو دینے اور خرچ کرنے کی عادت ڈالے اور ذمہ دار جب کسی کو کچھ دینا چاہتا ہو تو بچے کے ہاتھ سے دے تاکہ وہ دینے کی حلاوت کا مزہ چکھے۔ نیز بچے کو جھوٹ اور خیانت سے اس سے زیادہ بچائے جتنا کہ اس کو زہر سے بچاتے ہیں؛ کیونکہ جھوٹ اور خیانت کی شکل اس پر آسان ہوگئی تو دنیا اور آخرت کی سعادت اس کے حق میں خراب ہوگئی اور اس کو ہر خیر سے محروم کر دیا۔

بچے کو سستی سے، بیکاری سے، راحت و آرام سے بچائے بلکہ اس کے خلاف (محنت و مجاہدہ) کی عادت ڈالے اور آرام صرف اتنا دے جس سے کہ اس کا نفس اور بدن کام کے لیے تیار ہو جائے، کیونکہ سستی اور بیکاری برے نتائج اور شرمندگی کا ذریعہ اور سبب بنتی ہیں اور محنت اور کوشش سے اچھے نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ دنیا میں یا آخرت میں اور بھی دونوں جگہ۔ پس جو سب سے زیادہ آرام کرتا ہے وہ (بعد میں)

سب سے زیادہ واضح ہے اور جو سب سے زیادہ ملامت کرتا ہے وہ وعدہ میں سب سے زیادہ راست باز ہوتا ہے۔ (۱)

علامہ ابن القیم کے اس کلام سے بہت سی باتوں پر روشنی پڑتی ہے، اگر ہماری مائیں ہم پر توجہ مرکوز کریں تو ان کی اولاد سلف کے نمونہ پر چلے گی اور مخلوق کو بھی ان سے نفع ہوگا۔

آخر میں ایک حدیث پر اس فصل کو ختم کرتا ہوں، وہ یہ کہ حضرت علیؓ نے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿أدبوا أولادكم على ثلاث خصال: حب نبيكم وحب آل بيته وتلاوة القرآن﴾ (۲)

(اپنی اولاد کو تین باتوں پر تربیت کرو، ایک تمہارے نبی اکرم کی محبت، دوسرے نبی کے گھر والوں کی محبت، تیسرے تلاوت قرآن۔)

اس حدیث میں اول ایمان کی، دوسرے اعمال کی تعلیم و تلقین اور اس پر تربیت کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔ حضور ﷺ اور آل رسول کی محبت ایمان کا تقاضا ہے اور جس کے دل میں یہ چیز پیدا ہو جائے، وہ اتباع رسول اور اتباع آل رسول کے ذریعہ اپنے عمل کو بھی درست کر لیتا ہے لہذا سب سے پہلے رسول کی محبت بچوں میں پیدا کی جائے، پھر تلاوت قرآن کی تعلیم ہونا چاہئے، اس لئے کہ قرآن ہمارا اصل ماخذ اور چشمہ ہدایت ہے۔

آج بچوں کو خود ماں باپ فلمی اسٹاروں اور کھلاڑیوں اور دنیا داروں کی محبت سکھاتے ہیں اور دنیا بھر کی چیزیں پڑھاتے ہیں، مگر قرآن اور اسلام کی تعلیم نہیں دیتے، یا اگر دیتے بھی ہیں تو ثانوی درجہ پر دیتے ہیں جس سے بچوں میں بگاڑ پیدا ہوتا

(۱) تحفۃ المودود: ۲۰۹، ۲۱۰ (۲) الجامع الصغیر، کنز العمال: ۴۵۴۰۹

آنا لازمی ہے۔

غرض یہ کہ ماں کے ذمے ہے کہ بچوں کی تربیت پر توجہ صرف کرے اور ہر اچھی عادت، تمام اچھے اخلاق ان میں پیدا کرنے کی کوشش کرے۔

● شوہر کے والدین اور رشتہ داروں سے سلوک:

عورت پر لازم ہے کہ شوہر کے والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، شوہر کی ماں کو اپنی ماں اور شوہر کے باپ کو اپنا باپ سمجھے، بھائی کو اپنا بھائی اور بہن کو اپنی بہن سمجھے، اسی طرح دیگر رشتہ داروں کو بھی جو جو مقام رکھتا ہے ان کو اس جو جو مقام کے لحاظ سے دیکھے اور اس کے حساب سے ان سے سلوک کرے۔

علامہ شمس الدین الذہبی لکھتے ہیں: عورت پر واجب ہے کہ شوہر کے خاندان والوں اور اس کے رشتہ داروں کا اکرام کرے۔ (1)

آج کل امت میں جو امراض و بیماریاں پھیلی ہوئی ہیں، جن سے معاشرہ فاسد اور خراب اور متعفن ہو گیا ہے ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ عورت شادی ہوتے ہی شوہر کو اس کے رشتہ داروں اور والدین سے جدا کرنے کی فکر کرتی ہے اور اس کی تحریک شروع کر دیتی ہے۔ شوہر کے والدین سے بدسلوکی، شوہر کے بھائی، بہنوں سے لڑائی جھگڑا اور اس کے رشتہ داروں سے نفرت و کراہت اور الگ تو ہیں ہی، تو کبھی آخر کار نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ شوہر اور اس کے خاندان میں نفاق و شقاق پیدا ہوتا ہے اور جدائی و فراق کے حالات بن جاتے ہیں اور اس سب کی "بیوی" ہی ذمہ دار ہو جاتی ہے۔

اسلام تو اتحاد و اتفاق، پیار و محبت کا سبق دیتا ہے اور یہاں اس کے خلاف نفاق، شقاق اور فرق کی باتیں ہوتی ہیں۔ عورت کو چاہیے کہ اس روش سے دور رہے

(1) الکبائر: ۱۷۵

اور شوہر کے تمام اہل خاندان کے ساتھ محبت کے ساتھ اور حسن سلوک کے ساتھ رہے۔

تنبیہ: میں یہ نہیں کہتا کہ ہر جگہ اور کلی طور پر اس صورت حال کی ذمہ دار یہ شادی ہونے والی لڑکی ہوتی ہے، نہیں، بلکہ بہت ساری جگہوں پر شوہر کے والدین، رشتہ دار اور خود شوہر کی طرف سے لڑکی پر زیادتی اور بے جا مطالبات وغیرہ کی وجہ سے اس طرح کی صورت حال پیدا ہو جاتی ہے، مگر چونکہ اس رسالہ کا موضوع یہ نہیں ہے؛ اس لئے اس کا ذکر ہم نے نہیں کیا ہے اور بعض دوسرے مضامین میں ہم نے اس پر بھی کلام کیا ہے؛ اس لئے کسی کو شبہ نہ ہو کہ یہاں صرف لڑکی کو ذمہ دار کیوں بتایا گیا؟ وجہ ظاہر ہے کہ یہاں صرف یہ بتانا ہے کہ عورت شوہر کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئے، اسی کی ترغیب دینا مقصود ہے لہذا ہم نے بات کو اسی پر منحصر و محدود رکھا ہے۔

◉ گھریلو کام کس کی ذمہ داری ہے؟

ازدواجی زندگی میں خوشی و خوشگواری پیدا کرنے کے لئے جو تدابیر و ہدایات ہیں ان میں اہم بات یہ ہے کہ عورت گھریلو کام کاج کے لئے بیڑا اٹھائے، بچوں کی تعلیم و تربیت رکھے، کھانا پکانے، برتنوں کو صاف کرنے، گھر کو سجانے اور سنوارنے اور ہر چیز میں صفائی و ستھرائی، تہذیب و شائستگی کا پاس و لحاظ رکھنے کی فکر و کوشش کرنا عورت کی اہم ترین ذمہ داریوں میں سے ہے۔

اس سلسلہ میں پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے گھر کی تمام ذمہ داریاں پوری فرماتی تھیں، حضرت فاطمہؓ سے مقام و مرتبہ میں، علم و فضل میں اور حسب و نسب میں بڑھ کر کون عورت ہو سکتی ہے؟ جب آپ ہی اپنے گھر کا سارا کام کرتی تھیں، تو ہر مسلمان عورت کو بھی ان کی اتباع میں یہی طریقہ اپنانا چاہئے۔ یہ جو عوام بلکہ خواص اور علماء میں بھی مشہور ہو گیا ہے کہ عورت پر کھانا پکانے وغیرہ کی ذمہ

داری نہیں ہے بلکہ شوہر کے ذمہ ہے کہ عورت کو پکا پکایا کھانا لا کر دے، یہ بات علی الاطلاق صحیح نہیں ہے، کیونکہ فقہائے کرام نے اس مسئلہ میں تفصیل کی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورت ایسے خاندان کی ہے کہ اس کی عورتیں خود پکاتے اور گھریلو کام کرنے کی عادی نہیں ہوتیں، بلکہ خدمت گاروں سے کام لیتی ہیں، تب شوہر کے ذمہ ہے کہ پکا پکایا کھانا مہیا کرے، یا کوئی خدمت گار عورت کے لیے مقرر کرے، اور اگر عورت اپنے گھر میں خود کام کرنے کی عادی ہے اور ایسے خاندان کی ہے کہ وہاں کی عورتیں خود گھریلو کام کرتی ہیں تو خود عورت پر پکانا واجب ہے حتی کہ شوہر سے اس کام کی اجرت لینا بھی اس کے لیے جائز نہیں، علماء نے اسی پر فتویٰ دیا ہے۔(1)

اس سے معلوم ہوا کہ عام عورتوں پر گھریلو کام کرنا شرعاً دیانۃً واجب ہے۔ ہاں بڑے خاندان کی عورت جس کو اس کام کی عادت نہیں، اس کے لئے پکا ہوا کھانا فراہم کرنا مرد کے ذمے ہے۔ واللہ اعلم

● نباہ کی کوشش:

ازدواجی زندگی کا مسئلہ بڑا ہی نازک ہوتا ہے اور یہ صرف دو افراد (مرد، عورت) کا مسئلہ نہیں بلکہ دو خاندانوں کا مسئلہ ہے اور پھر ایک دو دن یا چند مہینوں کا مسئلہ نہیں بلکہ زندگی بھر کا مسئلہ ہے، اس لئے کھٹی میٹھی باتیں، نرم و گرم حالات، تلخی و نرمی کی کیفیات، مزاجوں میں تلون، عادات میں اتار چڑھاؤ، رویوں میں اختلاف، نظریات میں تفاوت وغیرہ وغیرہ کسی قسم کی باتیں پیش آ سکتی ہیں، اس لیے ہر صورت حال کو انگیز کرنے اور قبول کرنے کے لئے عورت کو پہلے ہی سے تیار رہنا چاہیے۔ مرد کی طرف سے کبھی کوئی پیش آئے یا اس کا نظریہ دنیاوی کسی معاملہ میں مختلف ہو جائے، کبھی غصہ دیکھنے کو ملے، کبھی دل لگی پیش آجائے، ہر صورت میں عورت نباہ

(1) دیکھیے عالمگیری ۱/۵۴۸، البحر الرائق ۴/۱۸۵، رد المحتار ۳/۵۷۹

کرنے کی کوشش کرے۔ اسی لیے شریعت میں ازدواجی زندگی کے تعلق کو توڑنے کی سخت مذمت اور برائی بیان کی گئی ہے۔

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ

''شیطان اپنا تخت سمندر پر بچھاتا ہے اور اپنی ذریت کو فتنہ پھیلانے بھیجتا ہے اور ان سب سے زیادہ قریب وہ ہوتا ہے جو سب سے بڑا فتنہ پھیلانے والا ہو۔ ان میں ایک ایک اس کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ میں نے یہ فتنہ کا کام کیا، میں نے یہ کام کیا، تو شیطان کہتا ہے کہ تو نے تو کچھ نہیں کیا۔ پھر ایک شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں کے پیچھے پڑ کر اسکو اس وقت تک نہیں چھوڑا کہ اس کے اور اسکے بیوی کے درمیان تفریق کرا دی، یہ سن کر شیطان خوش ہو جاتا ہے اور اسکو شاباشی دے دے کر اس کو گلے سے لگاتا ہے۔''[1]

معلوم ہوا کہ میاں بیوی میں تفریق و جدائی شیطان کو سب سے زیادہ پسند ہے اس لئے وہ اس سے خوش ہو جاتا ہے لہذا مرد کو بھی اور عورت کو بھی چاہیے کہ کسی بھی صورت میں تفریق تک نوبت نہ پہنچنے دیں الا یہ کہ ضرورت شدیدہ لاحق ہو جائے۔ نیز حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

أَيُّمَا امْرَأَةٍ سَأَلَتْ زَوْجَهَا الطَّلَاقَ مِنْ غَيْرِ بَأْسٍ فَحَرَامٌ عَلَيْهَا رَائِحَةُ الْجَنَّةِ[2]

(جو کوئی عورت اپنے شوہر سے بلا کسی وجہ کے طلاق مانگے اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے)۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوا کہ عورت کو بلا وجہ طلاق یا خلع کا مطالبہ کرنا جائز نہیں بلکہ صبر کرنا چاہیے۔ ہاں ایسی سخت حالت پیش آ جائے کہ بغیر طلاق یا خلع کے زندگی مشکل ہو جائے تو پھر الگ بات ہے۔

(۱) مسلم: ج۲ ص۳۷۶ (۲) ابوداؤد: ج۱ ص۳۰۳، ترمذی: ج۱ ص۲۲۶، ابن ماجہ ص۱۴۹، دارمی ج۲ ص۱۶۲

ولادت اور فضیلتِ ولادت:

ازدواجی زندگی میں عورت کے لیے ایک کٹھن مرحلہ ولادت وزچگی کا ہوتا ہے۔ مگر یہ مرحلہ عورت کے حق میں دنیوی اعتبار سے اور ازدواجی کے لحاظ سے ایک کمال کا ثبوت اور اخروی زندگی کے لیے ایک فضیلت کا ذریعہ ہے۔ چنانچہ جو عورت بانجھ ہوتی ہے اس کو ناقص سمجھا جاتا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ولادت عورت کے حق میں ایک کمال ہے۔ پھر اگر کوئی عورت بانجھ ہوتی ہے تو لوگ اس کے نقص وعیب کو دور کرنے کے لیے کبھی ڈاکٹروں کے پاس، کبھی عاملوں کے پاس اور کبھی مزار کے پجاریوں کے پاس تک جاتے اور در در کی ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں (حالانکہ بعض عامل اور مزار کے پجاری شرکیہ کفریہ کلمات پر مشتمل تعویذ گنڈے کرتے ہیں، جس سے ایمان کا سلب ہو جانا یقینی ہے)

اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ عورت کا بانجھ ہونا عیب ونقص اور باولاد ہونا وجہِ کمال شمار ہوتا ہے۔ اور اخروی فضیلت اس میں اس طرح ہے کہ زچگی کی تنگی وپریشانی پھر بچے کی پرورش وتربیت میں پیش آنے والی کلفت پر اس کو ثواب ملتا ہے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عورت اپنی حالتِ حمل سے لے کر بچہ جننے اور دودھ چھڑانے تک (فضیلت وثواب میں) ایسی ہے جیسے وہ آدمی جو اسلام کی راہ میں سرحد کی نگہبانی کرنے والا ہو اور اگر اس درمیان مر جائے تو اس کو شہید کے برابر ثواب ملے گا۔ (1)

جب یہ بات واضح ہوگئی کہ دینی ودنیوی دونوں اعتبار سے عورت کے لئے یہ بات باعثِ کمال وفضیلت ہے کہ صاحبِ اولاد ہو تو اب ایک دوسری بات بھی سمجھ لینا چاہئے وہ یہ کہ اسلام میں کثرتِ اولاد بھی مطلوب ہے۔ چنانچہ یہ مضمون احادیث میں پوری

---

(1) کنز العمال: بحوالہ تحفۂ زوجین، صفحہ نمبر ۵۹

صراحت و وضاحت کے ساتھ آیا ہے۔

حضرت معقل بن یسار روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ:

﴿تزوجوا الودود الولود فإني مكاثر بكم﴾ (۱)

(شادی ایسی عورت سے کرو جو زیادہ بچے جننے اور محبت کرنے والی ہو، کیونکہ میں تمہاری وجہ سے فخر کروں گا)

ملا علی قاری "شرح مشکوۃ" میں مذکورہ بالا حدیث کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "ودود" وہ عورت جو اپنے شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور "ولود" وہ ہے جو زیادہ بچے جننے والی ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے یہ دو قیدیں اس لئے لگائی ہیں کہ بچے جننے والی عورت اگر شوہر سے محبت نہ رکھتی ہو تو شوہر بھی اس سے رغبت نہ کرے گا اور اگر عورت محبت تو کرتی ہو مگر بچے جننے والی نہ ہو تو مقصود حاصل نہ ہوگا اور وہ مقصود امت کو زیادہ کرنا ہے توالد و تناسل کی کثرت سے (پھر آگے اسی حدیث کی تشریح میں کہتے ہیں) میں تم سے فخر کروں گا: یعنی تمہارے سبب سے ساری امتوں پر فخر کروں گا، میرے ماننے والوں کی کثرت کی وجہ سے۔ (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے تکثیر اولاد کی ترغیب دی ہے اور اس کی حکمت و مصلحت بھی بتلائی ہے کہ اگر تمہاری اولاد زیادہ ہوگی تو میں تمہاری وجہ سے دیگر امتوں پر فخر کروں گا کہ میرے ماننے والے زیادہ ہیں۔

حضرت انسؓ نے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بہت محبت کرنے والی اور بہت بچے جننے والی سے شادی کرو کیونکہ میں قیامت کے دن تمہاری وجہ سے فخر کروں گا۔ (۳)

حضرت ابن عمر کی حدیث میں یہ آیا ہے کہ شادی کرو (اولاد) زیادہ

---

(۱) ابوداؤد [illegible] نسائی [illegible] (۲) مرقات [illegible] (۳) [illegible]

کرو، کیونکہ میں امتوں پر تمہارے سبب سے فخر کروں گا۔(۱)

مگر آج مغربی تہذیب کے بت نے اسلام کی تعلیم کے بالکل برعکس یہ تعلیم و تلقین جاری کر رکھی ہے کہ اولاد کم سے کم ہو، اس لئے پہلے تو یہ نعرہ تھا کہ ''ہم دو اور ہمارے دو'' مگر اب اس تقلیل کی تعلیم میں مزید ترقی ہوئی ہے، اس لئے اب یہ نعرہ لگایا جا رہا ہے ''ہم دو اور ہمارا ایک''، اور شاید مزید ترقی ہوگی تو یہ کہا جائیگا ''ہم دو اور ہمارا کوئی نہیں''۔ خیر اس پر تو کوئی حیرت و استعجاب نہیں البتہ اس پر ضرور حیرت و تعجب ہے اور ہونا بھی چاہئے کہ مغربی تہذیب کے اس بت نے اسلام کے بہی خواہوں میں سے بھی بہتوں کو اپنے پجاری پیدا کرلئے جو اس کی تعلیم پر آمنا و صدقنا کہنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور اس پر عمل کو ترقی کی علامت سمجھتے ہیں۔

یہ ضبط ولادت یا برتھ کنٹرول (birth control) کا نظریہ جن بنیادوں پر قائم کیا گیا ہے، ان میں بنیادی طور پر اس بات کو پیش کیا جاتا ہے کہ انسانی نسل کا اضافہ معاشی خطرات و پریشانیوں کا باعث ہے، کیونکہ وسائل پیداوار محدود ہیں۔ لہٰذا اگر تحدید نسل نہ کی گئی تو آئندہ مزید شدید خطرات کا دنیا کو سامنا کرنا پڑیگا۔ اس کے علاوہ اصول و اقتراح کے طور پر اس نظریہ کی کچھ اور بنیادیں بھی تراش لی گئی ہیں۔ مثلاً یہ کہ زیادہ بچوں کا ہونا عورت کے لئے تکلیف کا باعث ہے اور اس کی صحت اور خوبصورتی پر اثر انداز ہوتا ہے، اور یہ کہ اولاد کی کثرت کی وجہ سے ان کی صحیح تربیت و معقول تعلیم کا انتظام مشکل ہوتا ہے، وغیرہ۔

جہاں تک معاشی خطرات و مشکلات کا مسئلہ ہے تو اس کی بنیاد پر یہ نظریہ خالص جاہلی نظریہ ہے، جس کی تردید میں قرآن پاک کی متعدد آیات وارد ہوئی ہیں۔ جاہلی دور میں عرب کے اندر اولاد کا قتل مروج تھا، جس کی ایک وجہ یہی تھی کہ معاشی تنگی

(۱) ابوداؤد، نسائی، مشکوۃ المصابیح

وہ بے چینی کو خطرہ محسوس کیا جاتا تھا۔ اسلام نے اس کی تردید فرمائی ہے اور اس عمل کو گناہ کبیرہ قرار دیا، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْئًا كَبِيرًا﴾ [بنی اسرائیل: ۳۱]

(اور تم اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کے ڈر سے قتل نہ کرو، ہم ہی ان کو اور تم کو رزق دیتے ہیں، بلاشبہ ان کو قتل کرنا بڑا گناہ ہے)

دوسری جگہ فرمایا

﴿وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَإِيَّاهُمْ﴾ [انعام: ۱۵۱]

(اور اپنی اولاد کو فقر و فاقہ کی وجہ سے قتل نہ کرو، ہم ہی تم کو اور ان کو رزق دیتے ہیں)

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کونسا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا حالانکہ اللہ ہی نے تمھیں پیدا کیا ہے۔ ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ پھر کونسا گناہ سب سے بڑا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنے بچے کو اس لئے قتل کر دینا کہ وہ تیرے ساتھ ساتھ کھائے گا۔(1)

اس حدیث کا منشا بھی یہی ہے کہ فقر و فاقہ یا معاشی تنگی کے اندیشے سے اولاد کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ ہے۔ آیات قرآنیہ، احادیث نبویہ اس پر واضح دلیل و بیان ہیں کہ معاشی تنگ دستی و تنگ حالی کے تحت فقر اولاد کو مارنے کا نظریہ غیر اسلامی و جاہلی نظریہ ہے؛ کیونکہ اسلام بنیادی طور پر اس فلسفہ نظریہ کا خلاف ہے کہ انسانی آبادی میں اضافہ معاشی تنگی پیدا کرتا ہے بلکہ اسلام تو صاف یہ اعلان کرتا ہے کہ جو بچہ بھی دنیا میں پیدا ہوتا ہے وہ اپنا مقدر رزق

(1) بخاری: ۴۲۰۷، مسلم: ۱۳۶

ملتا جاتا ہے۔ پھر حقائق بھی یہ نظریہ صحیح نہیں معلوم ہوتا؛ اس لئے کہ اگر آبادی میں اضافہ ہوتا ہے تو اللہ نے قدرتی طور پر اس کے کم کرنے اور حد اعتدال پر رکھنے کیلئے انتظامات بھی کر رکھے ہیں اور آج اموات بھی اسی کثرت کے ساتھ ہو رہی ہیں، کہیں زلزلے ہیں، کہیں طوفان اور سیلاب کے تھپیڑے ہیں، کہیں آندھی کی ہلاکت خیزیاں ہیں، کہیں ٹرینوں اور ہوائی جہازوں کے ہوش ربا حادثات ہیں، کہیں قتل عام کی وارداتیں ہیں اور کہیں ہولناکی اور بم دھماکوں کی ہلاکت آفرینیاں ہیں اور اس طرح یک وقت ہزاروں انسان پردۂ عدم میں جا چھپتے ہیں۔ لہٰذا یہ خیال کہ انسانی نسل کا صرف اضافہ ہو رہا ہے اور معاشی تنگی پیش آ رہی ہے صحیح نہیں۔

ہاں معاشی تنگی جو اس وقت اپنی ہلاکت خیزیوں سے انسانی معاشرہ کو دوچار کر رہی ہے، اس کی وجہ دراصل یہی ہے کہ تقسیم دولت کا نظام صحیح نہیں ہے، حقدار محروم ہیں اور غیر مستحق اڑا رہے ہیں۔ چنانچہ عوام پریشان و تنگ حال ہے اور اہل حکومت اپنی عیاشیوں اور لذت کوشیوں میں مست ہیں، جس کی وجہ سے حقدار تک ان کا حصہ رسد ہی نہیں پہنچ پا رہا ہے اور وہ پریشان ہیں۔

اب رہا عورت کی صحت و تندرستی کا مسئلہ تو اس کی بنیاد پر ضبط تولید یقیناً قابل غور ہو سکتا ہے، مگر یہ ایک استثنائی ہو گی اور کسی عورت کے حالات بیماری و کمزوری کی وجہ سے اس کا تقاضا کرتے ہوں تو اہل فتوی علماء کے سامنے پوری صورت حال کی کیفیت پیش کر کے فتوی لیا جائے اور اس پر عمل کیا جائے، لیکن محض آئندہ کے خطرہ اور خدشہ سے کہ کہیں آئندہ کثرت اولاد صحت پر اثر انداز نہ ہو جائے، ضبط تولید اختیار کرنے کی اجازت نہیں ہو سکتی؛ اس لئے کہ ایسے خطرات و خدشات تو ولادت و کثرت ہی پر کیا موقوف ہیں، بغیر اس کے بھی انسان بیمار ہو سکتا ہے اور عمر ڈھلتی ہے تو انسان بیٹھے بٹھائے بھی کمزوریوں اور بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے اور یہ کہ کثرت ولادت سے

صحت ضرور خراب ہوتی ہے، مشاہدہ اور تحقیق کے خلاف ہے۔ آج بھی ہزاروں ایسی عورتیں ہیں جو کثیر العیال ہونے کے باوجود پوری طرح صحت مند ہیں۔ اور خوبصورتی اور حسن و جمال میں کمی آ جانے کا عذر دوسرے عذر سے بھی زیادہ لغو ہے اور بالکل ناقابل التفات، پھر یہ عورتیں کب تک اپنے حسن و جمال کی آبیاری کرتی رہیں گی اور کب تک اس کی نمائش کرتی رہیں گی؟ جب عمر ڈھلے گی تو یہ ساری لیپ پوت ہی کیا؟ اصل حسن و جمال بھی ختم ہو جاتا ہے۔ مولانا رومی جو عارف کامل گذرے ہیں، انہوں نے اسی مضمون کو یوں ادا کیا ہے۔

زلف جعد و مشکبار و عقل بر
آخر او دم زشت پیر خر

(یعنی یہ حسین گھونگھر والے اور مشکبار اور عقل و ہوش ربا زلفیں جن پر لوگ دیوانے ہوئے جاتے ہیں، انجام کار بوڑھے گدھے کی بری دم معلوم ہوتی ہیں)

اور حضرت اکبر آبادی مرحوم کے اشعار ہیں۔

کئی بار ہم نے دیکھا کہ جن کا
مشکین بدن تھا معطر کفن تھا
جو قبر کہن ان کی اکھڑی تو دیکھا
نہ عضو بدن تھا نہ تار کفن تھا

غرض یہ کہ یہ عذر کوئی قابل توجہ و التفات نہیں کہ اس کی بنا پر ایک حرام و ناجائز امر جائز قرار پائے۔

رہا یہ عذر کہ کثرت اولاد کے ساتھ تعلیم و تربیت ٹھیک نہیں ہو سکتی یہ بھی ٹھیک نہیں جس کو تربیت کرنا آتا ہے وہ دو کی بجائے دس کی کر دیتا ہے اور جو تربیت کرنا نہ جانتا ہو وہ ایک کی بھی نہیں کر سکتا۔ پھر جب اللہ نے تعلیم و تربیت کا حکم دیا ہے تو ہمارا کام ہے کہ

Scanned with CamScanner

تربیت و تعلیم کا کچھ انتظام کریں۔ آج لوگ صرف مغربی تعلیم پر ہی دینداری، مالداری اور دنیوی عہدے وغیرہ سب کے حصول کو کچھ اصل تعلیم و تربیت سمجھتے ہیں جبکہ اسلامی نقطۂ نظر سے تعلیم و تربیت کے لئے کوئی پابندی نہیں۔

غرض یہ کہ یہ تمام باتیں ازحد ضروری ہیں لہذا عورت کو اس طرح کی باتوں سے خلاف شرع کوئی حرکت نہ کرنا چاہئے۔

فصل سابع

عورت کیا کچھ کرسکتی ہے

عورت اسلامی نقطۂ نظر سے کیا کچھ کرسکتی ہے، اس کی تفصیل کے لیے باقاعدہ ایک ضخیم جلد چاہئے، لیکن یہاں ہم اس موضوع پر نہایت اختصار کے ساتھ چند اہم پہلوؤں کی جانب اشارہ کرنا چاہتے ہیں۔

● **ایک حدیث کی عجیب تشریح:**

عام طور پر عورتوں میں ایک احساس کمتری پایا جاتا ہے، وہ یہ کہ ہم مردوں کے مقابلہ میں کمتر درجہ رکھتی ہیں اور اس سلسلہ میں بعض حدیثوں سے بھی ان کو اور بعض پڑھے لکھے لوگوں کو غلط فہمی ہوتی ہے۔ جیسا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

"كَمَلَ مِنَ الرِّجَالِ كَثِيرٌ وَلَمْ يَكْمُلْ مِنَ النِّسَاءِ إِلَّا مَرْيَمُ بِنْتُ عِمْرَانَ وَآسِيَةُ امْرَأَةُ فِرْعَوْنَ وَفَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيدِ عَلَى سَائِرِ الطَّعَامِ"(1)

(ترجمہ: مردوں میں سے بہت کامل ہوئے ہیں اور عورتوں میں سے کوئی کامل نہیں ہوئی مگر مریم بنت عمران اور فرعون کی بیوی آسیہ اور عائشہ کی فضیلت دوسرے کھانوں پر ہے)

---

(1) بخاری: ۳۴۱۱

اس حدیث سے بظاہر یہ سمجھا جاتا ہے کہ عورتوں میں کمال نہیں پایا جا سکتا مگر یہ صحیح نہیں اور نہ رسول اللہ ﷺ کا یہ مقصد ہے، اگر عورتوں میں کمال نہ پایا جا سکتا تو بعض عورتوں کے کمال کا ذکر کیوں کیا جاتا؟ بلکہ اس حدیث کا منشا یہ ہے کہ کمال تو دونوں میں پایا جاتا ہے، لیکن عام طور پر عورتیں اس کی تحصیل کی کوشش نہ کرنے کی وجہ سے صاحب کمال نہیں بنتیں ورنہ وہ بھی محنت کریں تو حضرت مریم اور حضرت عائشہ کی طرح صاحب کمال بن سکتی ہیں۔ غرض یہ کہ یہ حدیث عورتوں کی تنقیص کے لیے نہیں، بلکہ ترغیب کے لیے آئی ہے اور ترغیب اسی چیز کی ہوتی ہے جس کا حاصل ہونا ممکن ہو، ناممکن چیز کی ترغیب نہیں دی جاتی۔

غرض عورتوں کو نہ مایوس ہونا چاہیے اور نہ احساس کمتری کا شکار ہونا چاہیے، بلکہ اس حدیث کے پیش نظر ان کو کمال کی تحصیل کے لیے محنت و جدوجہد کرنا چاہیے۔ اس حدیث کو اس مثال سے سمجھا جا سکتا ہے، اگر کسی مدرسے یا اسکول میں مثلاً پانچ یا چھ جماعت کے طلبہ محنت و جدوجہد کے ذریعہ کامیاب ہو جائیں اور بعض جماعت کے طلبہ محنت نہ کرنے کی وجہ سے ان میں سے اکثر ناکام ہو جائیں اور ساتھ والوں سے یوں کہیں کہ پانچ جماعت میں اکثر طلبہ کامیاب ہوئے اور بعض میں دو چار کے سوا سب ناکام ہوئے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ بعض جماعت میں کمال پیدا ہی نہیں ہو سکتا، لہذا اب محنت نہ کی جائے، بلکہ اس سے بعض جماعت والوں کو بھی ترغیب دینا مقصود ہے کہ تم بھی محنت کرو گے تو کامیاب ہو سکتے ہو جیسے تمہاری ہی جماعت میں دو چار افراد کامیاب ہو گئے۔ اسی طرح حدیث میں عورتوں کو مردوں کی طرح صاحب کمال بننے کی ترغیب دینا مقصود ہے۔

● ناقصات العقل والدین ہونے کی تشریح:

اسی طرح ایک اور حدیث سے بھی عورتیں غلط فہمی کا شکار ہو گئیں، وہ یہ کہ رسول

(۱) ترمذی باب فضل خدیجہ، ۳۸۹۱۳

اللہ ﷺ نے فرمایا:

"میں نے تم (عورتوں) سے زیادہ عقل و دین میں ناقص ایسے لوگوں کو نہیں دیکھا جو بڑے بڑے عقل مندوں پر غالب آجاتی ہیں، کسی عورت نے پوچھا کہ ہمارے دین و عقل میں نقصان کیا ہے؟ تو فرمایا کہ عقل کا نقصان یہ ہے کہ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کی گواہی کے برابر ہے اور دین کا نقصان یہ ہے کہ حیض کی وجہ سے وہ چند دن نماز نہیں پڑھ سکتی اور رمضان میں روزے نہیں رکھ سکتی۔"(1)

مگر اس حدیث سے بھی یہ اخذ کرنا صحیح نہیں کہ عورت کسی کام کے لائق نہیں اور ہر طرح ناکارہ ہے، کیونکہ حدیث کا مفاد بعض اعتبارات سے عورت کے دین و عقل میں کمزوری و نقصان کو بتانا ہے، یا بالکل اسی طرح جیسے بعض اعتبارات سے مردوں کی کمزوری و عیب کو بیان کیا گیا ہے۔ مثلاً خود اسی حدیث میں بتایا گیا کہ مرد باوجود عقل مند ہونے کے عورت سے مغلوب ہو جاتا ہے اور عورت اس کی عقل و فہم پر اپنا تسلط قائم کر سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مرد کی ایک کمزوری اور عیب ہے مگر اس کی وجہ سے مرد کو ہر اعتبارات سے کیا کمزور اور ناقص قرار دیا جا سکتا ہے؟

اسی طرح عورت بھی بعض اعتبارات سے عقل و دین میں ناقص ہے لیکن اس کا ہر لحاظ سے ناقص ثابت نہیں ہوتا۔ غرض یہ کہ عورت کو احساس کمتری کا شکار نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اپنی بساط اور اپنے حدود اور دائرہ کار کے مطابق کام کرنا چاہیے۔

اب رہا یہ سوال کہ عورت کیا کچھ کر سکتی ہے؟ اس کی مختصر تفصیل آئندہ سطور میں پیش کی جا رہی ہے۔

● عورت اور تعلیمی سرگرمیاں

عورت کی خدمات اور سرگرمیوں کا ایک اہم اور نمایاں میدان زیادہ وسیع اور

(1) بخاری: [illegible]، ترمذی: [illegible]، مسلم: [illegible]

وسیع میدان "تعلیم" کا میدان ہے۔

اس میں ایک تو یہ کہ عورت خود اپنے آپ کو زیور علم سے آراستہ کر کے ترقی کرے اور دوسرے یہ کہ دوسروں کو تعلیم دینے اور تربیت دینے کی کوشش کرے۔

اسلام نے علم کے باب میں عورتوں اور مردوں کے مابین کوئی تفریق نہیں کی ہے، بلکہ جس طرح مردوں کو اس کا مکلف بنایا ہے کہ وہ علم سے آراستہ ہوں اسی طرح عورتوں پر بھی لازم کیا کہ وہ علم حاصل کریں، چنانچہ فرمایا گیا:

"طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ" (۱)

(ترجمہ: یعنی علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے)

اس میں مرد و عورت کی تفریق کے بغیر علم کی طلب و تحصیل کو ہر مسلمان کا فریضہ قرار دیا گیا ہے۔ پھر خصوصیت کے ساتھ لڑکیوں کو تعلیم دینے کا بھی احادیث میں ذکر ملتا ہے چنانچہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے تین لڑکیوں یعنی بیٹیوں کی کفالت کی اور ان کو ادب و تعلیم دی اور ان سے حسن سلوک کیا اور ان کی شادی کر دی تو اس کے لیے جنت ہے۔" (۲)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں پر بھی ضروری ہے کہ وہ علم سے آراستہ ہوں۔ اسلام نے اس پر زور دیا ہے اور اس کے لیے راہ کو کشادہ فرمایا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دور اول کی عورتوں نے علم میں رسوخ و کمال حاصل کیا اور اس میں نامور ہوئیں اور اس مقام پر فائز ہوئیں کہ ضرورت پر مرد بھی ان سے رجوع کرتے اور بسا اوقات علمی بحث و مباحثہ میں عورتیں مردوں پر فوقیت لے جاتیں۔

اس سلسلہ میں ایک دلچسپ واقعہ کتب احادیث میں مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے دور خلافت میں فرمایا کہ عورتوں کا مہر چالیس اوقیہ سے زیادہ نہ باندھا جائے

---

(۱) ابن ماجہ: ۱/۸۱ (۲) ابوداؤد: ۵۱۴۷

Scanned with CamScanner

اگر کسی نے اس سے زیادہ مہر باندھا تو میں اس زیادتی کو بیت المال میں داخل کر دوں گا۔ مجلس میں ایک عورت عورتوں کی صف سے کھڑی ہوئی اور کہنے لگی کہ امیر المؤمنین! آپ کو یہ حق نہیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ قرآن تو یہ کہتا ہے کہ

﴿ وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا فَلَا تَأْخُذُوا مِنْهُ شَيْئًا ﴾ [النساء: ۲۰]

(اگر تم نے عورت کو ایک قنطار بھی دیا تو اس میں سے واپس کچھ نہ لو) (اس سے معلوم ہوا کہ ایک قنطار بھی دیا جا سکتا ہے)

یہ سن کر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ عورت نے صحیح کہا اور مرد نے خطا کی۔ (۱)

اسی طرح حضرت عائشہؓ کا واقعہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے ان کے سامنے ذکر کیا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میت کو اس کے اہل وعیال کے رونے سے عذاب دیا جاتا ہے۔ یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ایسا نہیں فرمایا تھا بلکہ آپ نے یہ فرمایا تھا کہ کافر کے عذاب میں زیادتی کر دی جاتی ہے جبکہ اس کے اہل وعیال روتے ہیں، پھر آیت پڑھی:

﴿ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ﴾ [النجم: ۳۸]

(کوئی کسی کا گناہ نہیں اٹھائے گا)

اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت عائشہؓ کا علم کس قدر گہرا اور راسخ تھا حضرت ابن عباسؓ کے سامنے فرمایا اور حضرت ابن عباسؓ نے اس پر سکوت اختیار کیا بلکہ تائید فرمائی۔ (۲)

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے متعلق تاریخ گواہ ہے کہ بہت بڑی عالمہ اور فاضلہ تھیں، دینی علوم میں ان کی مہارت کا یہ عالم تھا کہ بڑے بڑے صحابہ کرام ان سے استفادہ کرتے تھے، ان کے والد ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ بھی بہت سے مشکل مسائل میں

---

(۱) جامع بیان العلم ۱/ ۱۳۲ (۲) بخاری ۱/ ۱۷۲

ان سے رجوع کرتے تھے۔

حضرت مسروق تابعیؒ فرماتے ہیں کہ میں نے اکابر صحابہ کو دیکھا کہ میراث کے مسائل حضرت عائشہؓ سے دریافت فرمایا کرتے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ فرماتے ہیں کہ ہم صحابہ پر جب بھی کوئی مشکل مسئلہ آپڑتا تو ہم حضرت عائشہؓ سے دریافت کرتے اور ان کے پاس اس بارے میں ضرور کوئی علم ہوتا۔

حضرت عطاءؒ نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ تمام لوگوں میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔

امام زہریؒ نے کہا کہ اگر تمام ازواج مطہراتؓ کا اور تمام خواتین کا علم جمع کیا جائے تو حضرت عائشہؓ کا علم سب پر بھاری ہوگا۔ (۱)

یاد رہے کہ حضرت عائشہؓ نے صرف علوم شرعیہ تک ہی اپنے کو محدود نہیں فرمایا تھا، بلکہ دیگر علوم میں بھی انہوں نے مہارت حاصل کی تھی۔ حضرت عروہ حضرت عائشہؓ کے بھانجے ہوتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے علم طب (ڈاکٹری) میں حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم نہیں دیکھا۔ نیز فرمایا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے بڑا عالم تفسیر میں کسی کو نہیں دیکھا، نہ میراث میں، نہ فقہ میں، نہ شعر و شاعری میں، نہ طب میں، نہ تاریخ عرب میں اور نہ علم نسب میں۔ (۲)

اسی طرح حضرات ازواج مطہرات میں سے حضرت ام سلمہؓ بلند پایہ محدثہ واقع ہوئی ہیں، ان سے (۳۷۸) احادیث مروی ہیں اور انہوں نے جو فتوے دئے وہ بھی اتنے ہیں کہ بقول ابن قیمؒ ان سے ایک رسالہ تیار ہو سکتا ہے۔ (۳)

---

(۱) تہذیب التہذیب ج۱۲ ص۴۳۳، تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۸ (۲) تذکرۃ الحفاظ ج۱ ص۲۸

تہذیب التہذیب ج۱۲ ص۴۵۶، اکمال ابن الاثیر ۲۱ (۳) اعلام الموقعین ج۱ ص۱۰

حضرت ام سلمہؓ سے بڑے بڑے حضرات نے حدیث کی روایت کی ہے،
جیسے حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت سلیمان بن یسار، سعید بن المسیبؒ، عبدالرحمن بن
ابی بکر، عروہ بن الزبیر، کریبؒ، نافع وغیرہ۔ (۱)

حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن ایک تابعی خاتون ہیں حضرت عائشہؓ سے خصوصیت کے ساتھ علم حاصل کیا اور بہت بڑی محدثہ ہو گئیں، علماء محدثین نے ان کو بڑے قابل اعتماد رجال میں شمار کیا ہے اور حضرت عبدالرحمن بن قاسم جیسے پایہ کے محدث ان سے حدیث کے بارے میں پوچھا کرتے تھے، ابن حبان نے فرمایا کہ حضرت عائشہؓ کی حدیث کو سب سے زیادہ جاننے والی یہی حضرت عمرہ تھیں۔ (۲)

ان کے بعد کے ادوار میں بھی عورتوں نے اپنے آپ کو علم سے آراستہ کیا اور قابل قدر اور ناقابل فراموش کارنامے انجام دیے۔

امام طحاوی فقہ، حدیث اور علم کلام کے جلیل القدر عالم و امام گذرے ہیں اور ان کا شمار مجتہدین میں ہوتا ہے، انہوں نے جب اپنی مشہور و معروف کتاب "شرح معانی الآثار" تالیف کی تو اس عظیم و عجیب و غریب حدیثی تالیف میں ان کی صاحبزادی نے ان کا تعاون کیا اس طرح کہ امام طحاوی املاء کراتے تھے اور صاحبزادی لکھتی جاتی تھیں۔ گویا اس حدیثی ذخیرہ کے وجود پذیر ہونے اور منصۂ شہود پر جلوہ گر ہونے میں ایک خاتون کا ہاتھ ہے۔

علامہ کاسانی فن فقہ کے ایک معتمد امام ہیں ان کی کتاب "بدائع الصنائع" فقہ کا ایک لاجواب ذخیرہ ہے، ان کی زوجہ محترمہ بہت بڑی عالمہ اور فقیہ تھیں، اور خود علامہ کاسانی کے استاذ محترم کی صاحبزادی تھیں، ان کے استاذ نے شاگرد کے علم و تقوی و طہارت کو دیکھ کر اپنی لڑکی کی شادی ان سے کر دی تھی، اس پردہ نشین خاتون

(۱) تہذیب التہذیب ۱۲/۴۲۳ (۲) ایضاً

کے علم وتفقہ کا یہ عالم تھا کہ علامہ کاسانی کے پاس آنے والے ہر فتویٰ پر ان کا بھی دستخط ہوتا تھا اور لوگ اس فتویٰ کا اعتبار کرتے تھے جس پر ان کا دستخط ہو۔

نویں صدی ہجری کی ایک ممتاز خاتون ام ہانی مریم بنت نور الدین ہیں۔ ان کا گھر علم وفن، شعر وادب کا گہوارہ تھا اور متعدد افراد اس خاندان کے محدثین شمار ہوتے ہیں۔ ان کے نانا قاضی فخر الدین نے ان کی تربیت کی تھی۔ سب سے پہلے انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا پھر فقہ وادب میں دستگاہ بہم پہنچائی پھر ان کے نانا ان کو مکہ مکرمہ لے گئے جہاں شیوخ حدیث سے ان کو حدیث کا شوق دلایا۔ مصر وحجاز کے بیشتر ممتاز محدثین سے استفادہ کیا۔ صحاح ستہ کی تمام کتب انہوں نے محدثین سے سنی تھیں پھر مسند درس پر فائز ہوئیں۔ حافظ سخاوی جیسا ماہر فن امام حدیث ان کا شاگرد ہے۔ (۱)

غرض یہ کہ عورت اگر چاہے تو علمی میدان میں بہت آگے بڑھ کر اپنا نام روشن کر سکتی ہے، اور مخلوق کو فائدہ پہنچا سکتی ہے۔

ایک انتباہ: مگر ایک بات پر تنبیہ کرنا ضروری ہے، وہ یہ کہ تحصیل علم خواہ دینی ہو یا دنیاوی شرعی حدود کے دائرہ میں ہونا چاہئے۔ خاص کر عورت کے لیے چونکہ پردہ ضروری ہے، اس لیے اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔ آج کل کالجوں اور یونیورسٹیوں میں جو بے پردگی اور بے حیائی اور لڑکوں اور لڑکیوں کا آزادانہ اختلاط ہو رہا ہے اسلام اس کی قطعاً اجازت نہیں دیتا۔

غرض اسلام تعلیم کا مخالف نہیں بلکہ وہ ترغیب دیتا ہے، ہاں حدود شرعیہ میں رہنے کی وہ ضرور تاکید کرتا ہے۔

● عورت اور سیاسی وملی خدمات:

رہا عورت کی سیاسی وملی خدمات وسرگرمیوں کا مسئلہ تو اس میں کچھ تفصیل

(۱) ماخوذ از خدمت حدیث میں خواتین کا حصہ: ۲۶

ہے۔ عورت کو امامت وامارت کے منصب پر فائز ہونا تو تقریباً باتفاق علماء حرام وناجائز ہے جیسا کہ ہم اس پر کلام کر چکے ہیں، بلکہ امارت کے انتخاب میں بھی اہل حل وعقد لوگوں کو اختیار حاصل ہے، باتفاق علماء اس میں بھی عورت کا کوئی حصہ نہیں۔ امام الحرمین ابو المعالی الجوینی نے "غیاث الامم" میں لکھا ہے:

فما نعلمه قطعا ان النسوة لا مدخل لهن في تخيير الامام وعقد الامامة فانهن ما روجعن قط ولو استشير في هذا الامر امرأة لكان احرى النساء واجدرهن بهذا الامر فاطمة ثم نسوة رسول الله ﷺ امهات المؤمنين ونحن بابتداء الاذهان نعلم انه ما كان لهن في هذا المجال مخاض في منقرض العصور ومكر الدهور. (1)

(یہ بات قطعی طور پر جانتے ہیں کہ عورتوں کو امام کے انتخاب میں اور امامت کے قائم کرنے میں کوئی دخل نہیں ہے: کیونکہ ان سے کبھی اس سلسلہ میں رجوع نہیں کیا گیا، اگر اس معاملہ میں کسی عورت سے مشورہ کیا جاتا تو اس کے لیے عورتوں میں سب سے زیادہ لائق وفائق حضرت فاطمہ ہوتیں پھر حضرات ازواج مطہرات امہات المومنین، حالانکہ ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس سلسلہ میں ان کو کسی زمانہ میں بھی کوئی دخل نہ تھا)

غرض امامت وامارت اور اس کے انتخاب میں تو عورتوں کو اسلام نے الگ ہی رکھا ہے اور آج کا جدید ذہن بھی اور جدید تجربات بھی اسی کی تائید کرتے ہیں۔ ہم یہاں اس سلسلہ میں صرف ایک حوالہ نقل کرتے ہیں جس سے ہماری تائید ہوتی ہے

ٹائمس آف انڈیا (نئی دہلی) نے اپنی اشاعت بابت ۱۲ اگست ۱۹۹۵ء میں یہ خبر شائع کی ہے کہ:

---

(۱) غیاث الامم: ۶۲، فقرہ: ۷۰

Scanned with CamScanner

۱۹۹۵ء میں امریکہ میں خاص اس مسئلہ پر لوگوں کی رائے معلوم کی گئی، معلوم ہوا کہ امریکی ووٹروں کی تقریباً ایک تہائی تعداد خیال کرتی ہے کہ امریکہ کا صدر بننے کے لیے عورت کے مقابلہ میں مرد زیادہ موزوں ہیں۔ رائے دینے والوں میں صرف آٹھ فی صد تعداد ایسی تھی جس کا خیال تھا کہ صدارت یا اس کے عہدہ کے لیے عورت زیادہ بہتر ہو سکتی ہے، ۴۹ فی صد نے کہا کہ دونوں جنسوں میں کوئی فرق نہیں اور ۴۳ فی صد نے خیال ظاہر کیا کہ مرد صدر بننے کیلئے زیادہ اکمل موزوں ہے۔(۱)

بہر حال یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد و عورت کے درمیان بہت سے اعتبارات سے فرق رکھا ہے، اس کا بھی تقاضا یہی ہے کہ عورت جیسی نازک صنف اس ذمہ داری سے دور ہی رکھی جائے، البتہ دیگر ملی مسائل میں ان کی رائے اور مشوروں کا احترام کیا جائے گا اور بعض ایسے کام و خدمات بھی ان کے سپرد کئے جا سکتے ہیں جو وہ حدود شرعیہ کے اہتمام کے ساتھ اور ان کے دائرے میں رہتے ہوئے سر انجام دے سکتی ہیں۔

حضرت عائشہ اور بعض ازواج مطہرات خلفاء راشدین کے زمانہ میں برابر ملی مسائل میں حصہ لیتی تھیں اور اپنی تحقیق آراء سے علماء کو بھی فیض پہنچاتی تھیں۔

حضرت عائشہؓ شہادت عثمانؓ کے موقع پر ان کے قصاص کے سلسلے میں جو موقف اختیار کی ہوئی تھیں اور اپنے موقف پر دیگر اصحاب الرائے کو جس طرح ہمنوا فرمایا تھا اور اس میں وہ جس حد تک حق بجانب تھیں، تاریخ کے اوراق اس پر گواہ ہیں، پھر انہوں نے حضرت علیؓ سے جہاد بھی اسی مسئلہ پر کیا تھا جس کو تاریخ میں "جنگ جمل" سے یاد کیا جاتا ہے۔

نیز یہ واقعہ بھی ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ دیا اور اس میں فرمایا کہ

(۱) [illegible]

عورتوں کا مہر زیادہ نہ باندھو، تو ایک عورت جو مجمع میں تھی، اس نے اس پر ٹوک دیا اور کہا کہ آپ کو اس کا حق نہیں، حضرت عمرؓ نے اس کو قبول کرتے ہوئے فرمایا کہ عورت نے ٹھیک کہا اور مرد نے غلطی کی۔ (۱)

یہ ایک ملی مسئلہ تھا اور حضرت عمرؓ ملی بہبود کے پیش نظر لمبے چوڑے مہر باندھنے سے منع فرما رہے تھے مگر ایک عورت نے اپنی رائے قرآن کی روشنی میں اس سے مختلف پیش کی اور وہ دربار خلافت میں منظور کر لی گئی۔

حضرت عمر ایک دفعہ گشت کرتے جا رہے تھے، رات کا وقت تھا، ایک گھر سے ایک عورت کے اشعار پڑھنے کی آواز آئی جن میں عشقیہ مضمون تھا، حضرت عمرؓ نے اس عورت سے پوچھا کہ تجھ کو کیا ہوا کہ ایسے اشعار پڑھ رہی ہے؟ اس نے بتایا کہ میرا شوہر آپ کے حکم پر جہاد میں گیا ہوا ہے اس کی یاد میں یہ اشعار پڑھ رہی ہوں۔ حضرت عمرؓ نے اس کو صبر کے لیے کہا اور حضرت ام المومنین حفصہؓ کے پاس آئے اور مشورہ کیا، پوچھا کہ عورت اپنے شوہر کے بغیر کتنے دن صبر کر سکتی ہے؟ حضرت حفصہ نے شرم سے سر جھکا لیا، آپ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ حق بولنے سے نہیں شرماتا، بولو کہ عورت بغیر شوہر کتنے دن رہ سکتی ہے؟ حضرت حفصہؓ نے بتایا کہ چار یا چھ مہینے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے تمام علاقوں میں فرمان بھیج دیا کہ فوجیوں کو چار ماہ سے زیادہ نہ روکا جائے۔ (۲)

ان واقعات سے پتہ چلتا ہے کہ عورت کو اسلام نے حق رائے دہی دیا تھا اور وہ معاملوں میں پوری آزادی کے ساتھ اس کو استعمال کرتی تھی اور اس کی رائے کا احترام بھی کیا جاتا تھا اور اس کو قبول بھی کیا جاتا تھا۔

اسی طرح حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے وہ ملی خدمت بھی انجام دے سکتی ہے اس

(۱) جامع العلوم: ۱۲۱ (۲) تاریخ الخلفاء: ۳۸۸

بیان کی گئی ہے۔ حضرت شفاؓ ایک صحابیہ خاتون ہیں جن کو علامہ عسقلانی نے ایک جگہ صحابیات میں سے بتایا ہے۔ ابن حبان نے کہا کہ ان کو رسول اللہ ﷺ سے بیعت حاصل ہے یعنی وہ صحابیہ تھیں۔ حضرت نبی کریم ﷺ اور حضرت عمرؓ سے وہ روایت کرتی ہیں۔ ان کے بارے میں ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ ان کو مشورہ میں مقدم رکھتے اور ان کے مشوروں کو قبول کرتے۔ اور بسا اوقات حضرت عمرؓ نے ان کو بازار کے معاملات کا نگران بھی مقرر کیا ہے۔ (۱)

نیز ہمارے فقہاء نے لکھا ہے کہ عورت اوقاف کی نگران ہو سکتی ہے اور یتیموں کی وصی بھی اس کو بنایا جا سکتا ہے۔ (۲)

غرض یہ کہ عورت کو ایسے مناصب اور عہدے سپرد کیے جا سکتے ہیں جن کو حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے انجام دے سکتی ہے، اور وہ ان مناصب میں آزاد نہ ہو بلکہ کسی کے زیر نگرانی اور مشورہ کرنے کی پابند ہو، یہی وجہ ہے کہ عورت کو قاضی بنانے کی اجازت نہیں ہے۔ چونکہ اس عہدے میں عورت حدود شرعیہ کی پوری رعایت نہیں کر سکتی، پھر وہ کوئی غلط فیصلہ کر دے، اس لیے قضاوت کا عہدہ عورت کے لیے جائز نہیں قرار دیا گیا۔

آج کل جو کونسلر (COUNSELER) ایم۔ پی۔ اے وغیرہ کی عہدے داریاں ہیں، ان میں بھی ظاہر ہے کہ عورت حدود شرعیہ میں رہتے ہوئے ان خدمات کو انجام نہیں دے سکتی، پھر ان میں ایک قسم امارت کا بھی شائبہ ہے، لہذا عورت کو ان مناصب و عہدوں کے لیے ووٹ میں حصہ لینا بھی جائز نہیں اور نہ اس کو ووٹ دیا جا سکتا ہے۔

◉ عورت اور ووٹ، ایک واقعہ:

یہاں ایک اس واقعہ کا ذکر کرنا بھی عبرت کا سبب ہوگا کہ ۱۹۹۳ء میں جب

(۱) تہذیب التہذیب ۱۲/۴۲۸ (۲) بحر الرائق: ۵/۲۴۵، فتاویٰ شامی ۳/۴۲۳

بنگلہ دیش میں ملکی پارلیمنٹ کے انتخابات ہونے جا رہے تھے تو بعض حضرات نے احقر سے
اس بارے میں فتویٰ پوچھا کہ عورت کو ووٹ میں حصہ لینا اور اس کو کامیاب بنانے کے
لیے اس کے حق میں ووٹ دینا کیسا ہے؟ احقر نے عدم جواز کا فتویٰ تحریر کر دیا۔ اس
الیکشن میں بنگلہ دیش کے شمالی گڑھ حلقہ سے ممتاز بیگم نامی خاتون نے بھی حصہ لیا تھا جو
۱۹۹۱ء تا ۱۹۹۶ء کے دوران ڈپٹی سپیکر بھی رہ چکی تھیں۔ میرا فتویٰ بعض حلقوں کی طرف
سے شائع ہوا اور ان کثیر تعداد میں عوام کے درمیان تقسیم کیا گیا۔ پھر الیکشن کے چند دنوں بعد
ممتاز بیگم کی طرف سے ان کے وکیل محمود وکیل نے میرے نام ایک لیگل نوٹس جاری کیا
جس میں کہا گیا تھا کہ میرے اس فتویٰ کی وجہ سے ممتاز بیگم کی عزت و حرمت پر داغ
آیا اور یہ کہ اسی فتویٰ کی وجہ سے یہ صرف ایک حلقہ سیٹ ہار گئی اور یہ کہ جیسے سیکولر
ملک میں اس طرح کا فتویٰ جاری کرنا دراصل یہاں کے قانون کو چیلنج کرنا اور اس
میں دخل دینا ہے جس کا کوئی جواز نہیں۔ پھر آخر میں اس بات کا مطالبہ (ڈیمانڈ) کیا گیا تھا
کہ ممتاز بیگم کو اس انتخابات میں ناکامی کی وجہ سے جو نقصان اٹھانا پڑا ہے، اس کے
تدارک میں ایک کروڑ روپے ادا کروں گا، ورنہ وہ اس مسئلہ کو عدالت میں لے جائیں
گی۔ ان دنوں "روزنامہ پاسبان" نے بھی ایک مضمون میرے خلاف لکھا جس پر بعد
میں اس کے ڈائریکٹر عبید اللہ شریف صاحب معافی نامہ بھی شائع کر چکا۔ احقر نے ممتاز بیگم کا
جواب مدلل طور پر دیا، جس کے بعد اب تک کوئی جواب نہیں آیا۔ یہ سب جو ہو رہا ہے
دینداری کا فقدان اس کا باعث ہے۔ غور کریں کہ ملک کو سیکولر بنانے کے بعد شرعی فتویٰ
کے خلاف آواز اٹھانا کیا عقل و انصاف کی بات نہیں؟ سیکولرازم کس کو کہتے ہیں؟ اس
کو جہاں شرع کا قانون نہ بیان کیا جا سکے؟ پھر جو عورت یا مرد شرعی قانون سے ٹکر
لینے کی کوشش کرے اور اس کو نقصان دہ قرار دے اس کے ایمان کے باقی رہنے کا کوئی

سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

عورت اور سماجی خدمات

عورت کی خدمات کا ایک وسیع دائرہ سماجی خدمات کا میدان ہے۔ سماج اور معاشرہ کی فلاح و بہبود کے لیے جدوجہد اور سعی و کوشش ہر فرد معاشرہ کا فریضہ ہے، خواہ وہ مرد ہو یا عورت، لہٰذا سماجی خدمات کا میدان جس طرح مردوں کے لیے کشادہ ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی اس میں پوری پوری گنجائش ہے۔

اگر عورت نے میڈیکل کر رکھا ہے تو اس کے لیے مریضوں کی خدمات کا بہترین موقع ہے، خصوصاً عورتوں کے امراض اور مشکلات میں وہ اس کی پوری پوری خدمت کرسکتی ہے۔ حضرات صحابیات کے بارے میں آتا ہے کہ وہ جہاد میں زخمی ہونے والوں کی مرہم پٹی کا کام کرتی تھیں، زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں اور مقتولوں کو میدان سے اٹھا کر لایا کرتی تھیں۔

چنانچہ حضرت ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں جاتی تھیں، وہاں لوگوں کو پانی پلاتی اور ان کی خدمت کرتی اور زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی اور مقتولوں کو اٹھاتی تھیں۔ (۱)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ام سلیم (والدہ انس) اور انصار کی چند عورتوں کو غزوہ میں لے جاتے تھے جو پانی پلایا کرتی تھیں۔ (۲)

حضرت انس فرماتے ہیں کہ احد کے دن جب لوگ رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر ہٹ گئے تو میں نے دیکھا کہ حضرت عائشہ اور حضرت ام سلیم اپنے دامن کو اٹھائے ہوئے پانی کی مشکیں پیٹھ پر لادے ہوئے لا رہی تھیں پھر پیاسے لوگوں کو پلاتی تھیں پھر لوٹ کر پانی لاتی تھیں اور پلاتی تھیں۔ (۳)

(۱) بخاری ۱/۲۰۳ (۲) ترمذی ۱/۱۹۸، مسلم ۲/۱۱۶ (۳) بخاری ۱/۴۰۳، مسلم ۲/۱۱۶

حضرت ام عطیہ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سات غزوات میں شرکت کی ہے، زخمیوں کی مرہم پٹی و علاج کرتی اور غازیوں کے لیے کھانا پکاتی، ان کے سامان کی حفاظت اور مریضوں کی نگرانی کرتی تھی۔ (۱)

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ غزوات میں حضرت صحابیات متعدد خدمات انجام دیتی تھیں، غازیوں کے لیے کھانا پکانا، زخمیوں کا علاج کرنا، پانی کا بندوبست کرنا، شہیدوں کی لاشوں کو اٹھانا، غازیوں کے سامان کی حفاظت کرنا وغیرہ۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت سے قبل جب فسادیوں نے ان کے گھر کا محاصرہ کر لیا تھا اور ان پر ضروریات زندگی مسدود کر دی گئی تھیں تو حضرت صفیہ بنت حیی بن اخطب زوجۂ نبی ﷺ ان کی مدد کے لیے خچر پر سوار ہو کر تشریف لے گئیں مگر راستے میں اشتر نے ان کو دیکھ کر راستہ روک لیا اور وہ واپس آ گئیں اور حضرت حسن ؓ کو اس خدمت پر مامور کیا، وہ ان کے مکان سے حضرت عثمان کے پاس کھانا پانی لے جاتے تھے۔ (۲)

بہرحال عورت حدود شرعیہ کی رعایت کرتے ہوئے سماجی خدمت انجام دے تو اسلام اس کی اجازت دیتا ہے۔

واضح رہے کہ یہاں ہم نے یہاں محض تمثیلاً کیا ہے ورنہ سماجی خدمات کے لیے بہت سارے شعبے ہیں، عورت کے حالات و مزاج سے جو ہم آہنگ ہو اور حدود شرعیہ کی رعایت و حفاظت بھی اس میں پورے طور پر ملحوظ ہو، ایسا شعبہ خدمت وہ منتخب کر سکتی ہے۔

● عورت اور معاشی سرگرمی:

رہا عورت کے لیے معاشی سرگرمی کا مسئلہ تو اس سلسلہ میں اولاً ایک بات بطور اصول سمجھ لینا چاہیے وہ یہ کہ:

---

(۱) بخاری ج ۲ ص ۱۴۰ (۲) کامل ابن اثیر / کتاب ... ص ۱۳۹

اسلام نے عورت کو معاشی ذمہ داری سے بالکل فارغ کر دیا ہے اور اس کے معاش کی پوری ذمہ داری مرد پر ڈالی ہے۔ چنانچہ عورت کو بیٹی کی حیثیت سے باپ کا نفقہ ملتا ہے اور بیوی کی حیثیت سے شوہر سے نفقہ وصول کرتی ہے اور باپ نہ ہو تو بھائی وغیرہ اس کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ غرض یہ کہ اسلام نے اس کے معاش کا مسئلہ اس پر عائد ہی نہیں کیا، اسی طرح اس کے بچوں کا نفقہ بھی اس پر نہیں بلکہ اس کے شوہر پر رکھا گیا۔ جب یہ بات ہے تو عورت کو خواہ مخواہ اس میدان میں کودنے اور پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟

اصل میں یہ سوال ان حلقوں اور طبقوں کی طرف سے پیش کیا جاتا ہے جو مغرب زدہ ذہنیت کے حامل ہوتے ہیں اور مغربی تہذیب اور مغربی معاشرہ کی آزادی اور فکری بے راہ روی اور جنسی انارکی اور بے حیائی کو ایک فیشن سمجھتے ہیں۔ ان کو یہ بات افسوسناک دکھائی دیتی ہے کہ اسلامی معاشرہ گھر میں بند ہے اور شوہر اور بچوں کی خدمت کرتی رہے اور بازاری دنیا سے بے نیاز رہے۔ لہٰذا وہ چاہتے ہیں کہ مغربی معاشرہ کی طرح ہماری عورتیں بھی باہر نکلیں اور آزادانہ گھومیں پھریں اور مردوں کے دوش بدوش کام کریں۔

مگر یہ بات ان کے ذہنوں سے یکسر فراموش ہو جاتی ہے کہ مغرب نے عورت کو باہر نکال کر اس کے ساتھ کوئی بھلائی نہیں کی ہے بلکہ اس پر ایک بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اسلام نے اس کو گھر بٹھا کر کھانے پینے اور اس کی تمام ضروریات کا انتظام اس طرح کر دیا کہ ان سب کی ذمہ داری مرد پر ڈال دی مگر مغربی مکار ذہنیت نے یہ سوچا کہ عورت کو کیوں گھر بیٹھے کھلایا پلایا جائے؟ انہیں اس کو بھی باہر لا کر اس کے دو فائدے ہیں، ایک تو یہ کہ عورت کی محنت سے تجارت کی پیداوار کرنے میں پوری آزادی ملے گی اور ہوسناک طبیعتوں کو لذت اندوزی کا سامان فراہم ہو جائے گا۔ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ

عورت خود کمائے اور کھائے گی، مرد کے ذمہ سے یہ بوجھ ہلکا ہو جائیگا۔ یہ بھی وہ شاطرانہ حربہ اور ذہنیت جس نے "معاش" کے عنوان پر عورت کو باہر نکالنے کا تقاضا کیا ہے کیا اس پر ظلم عظیم نہیں ہے؟

دوسری وجہ اس سوال کی یہ ہے کہ آج کل مادیت کو پورا پورا تسلط حاصل ہو گیا ہے اور لوگوں کے قلوب واذہان دنیوی اسباب وسامان، مادی آرائش وزیبائش، مختلف قسم کے زرق و برق لباس، رنگا رنگ قسم قسم کے ماکولات ومشروبات اور مختلف یورپی عورت کے عادی اور ان سے مرعوب ومتأثر ہو چکے ہیں، اس لئے ہر کس وناکس ان کی طلب وتگ ودو اور ان کی فکر میں لگا ہوا ہے اور زیادہ سے زیادہ کمانے اور جمع کرنے اور ان مادی اسباب وسامان کو حاصل کرنے میں لگا ہوا ہے، اور اسی کی وجہ سے عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش کام کرنا، کمانا چاہتی ہیں اور مرد بھی عورتوں کے ذریعہ معاشی فوائد حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ تو اس سوال کی بنیاد مادیت کا غلبہ اور عیش پسندی کا جذبہ اور آخرت سے غفلت ہے، اور اسلام میں ان چیزوں کی کوئی اہمیت تو کیا بلکہ ان کی مذمت وبرائی ہے، لہٰذا ان چیزوں کی بنیاد پر جو سوال اٹھایا گیا ہے وہ بھی کوئی قابل التفات ولائق توجہ نہیں۔

البتہ یہاں ایک ایسا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جو فطری اور عقلی بنیادوں پر قائم ہے اور اس کا جواب اسلامی تعلیمات واحکامات کی روشنی میں تلاش کرنا ضروری ہے، وہ سوال یہ کہ بعض اوقات عورتوں کو ایسی مجبوریاں اور پریشانیاں آگھیرتی ہیں کہ معاشی جدوجہد ان کیلئے لازم ہو جاتی ہے، مثلاً کوئی لاوارث عورت ہے اور کوئی اور بھی اس کا پرسان حال نہیں، یا کوئی عورت ایسی ہے کہ اس کا شوہر اس کا اور اس کے بچوں کا نفقہ اور خرچ چلانے تیار نہیں، یا شوہر معذور ہے جو کمانے کی قوت واستعداد نہیں رکھتا اور ایسی عورت جو اپنے اور اپنے بچوں کی گزارے کا اور معذور شوہر کے گزارے کا بھی

واسطہ نہ رکھے تو یہ عقل و فطرت کے بالکل خلاف ہے اور شریعت بھی اس کی تائید نہیں کر سکتی۔ لہٰذا کیا ایسی عورت معاشی جد و جہد اور کوشش کر سکتی ہے یا نہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حجاب کے تمام ضروری شرائط و قیود کا لحاظ کرتے ہوئے اپنی مجبوری اور پریشانی کا حل نکالنے کے لیے عورت معاشی سرگرمی اختیار کر سکتی ہے مگر یاد رہے کہ ایک استثنائی صورت ہوگی نہ کہ حکم عام۔

اس کی دلیل اور حجت ذیل کی روایات ہیں:

حضرت رافع سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے باندی کی کمائی سے منع فرمایا۔ مگر وہ جو وہ اپنے ہاتھ سے کمائے (اس کی اجازت ہے) پھر آپ نے اشارہ سے فرمایا کہ جیسے روٹی پکانا، سوت کاتنا، روئی دھننا وغیرہ۔(۱)

حضرت جابر بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ میری خالہ مطلقہ ہوگئیں، انہوں نے چاہا کہ اپنے باغ سے کھجور توڑیں، اس پر ان کو ایک شخص نے جھڑکا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں اور سوال کیا تو آپ نے اجازت دی اور فرمایا کہ امید ہے کہ تم اس سے صدقہ کرو یا کوئی اور نیک کام کرو۔(۲)

علماء نے اس حدیث کو اس پر محمول کیا ہے کہ طلاق یافتہ عورت عدت میں حاجت و ضرورت کے تحت باہر نکل سکتی ہے۔ اسی سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ضرورت کے موقع پر معاش کی تلاش میں وہ باہر جا سکتی ہے۔ یہاں بھی صورت حال تھی کہ باغ پک چکا تھا اور کھجور توڑنے تھے جو ان لوگوں کے معاش کا ذریعہ تھا۔ نبی کریم ﷺ نے اس کے پیش نظر اجازت مرحمت فرمائی۔

بطور تکمیل فائدہ یہاں عرض کر دوں کہ یہ حدیث طلاق یافتہ عورت کے بارے میں ہے (جیسا کہ معلوم ہوا) مگر امام نسائی نے اس پر باب بعنوان باندھا ہے

---

(۱) ابوداؤد ۳۴۲۶ (۲) مسلم ۱۴۸۳، ابو داؤد ۲۲۹۷، نسائی ۳۵۵۰، ابن ماجہ ۲۰۳۴

Scanned with CamScanner

کہ "باب الخروج المتوفی عنھا زوجھا نھارا" (باب اس عورت کے دن میں نکلنے کا جس کے شوہر کا انتقال ہو گیا)

حالانکہ حدیث میں بیوہ عورت کا ذکر نہیں ہے۔ وجہ یہ ہے کہ امام نسائی اس حدیث سے بیوہ عورت کا حکم بھی مستنبط فرما رہے ہیں۔ وہ اس طرح کہ مطلقہ عورت کو تو اسلام میں عدت کا نفقہ و خرچہ بھی ملتا ہے مگر شوہر کی وفات پر بیوہ کو عدت کا نفقہ نہیں ملتا جب نفقہ ملنے کے باوجود مطلقہ عورت بضرورت معاش باہر نکل سکتی ہے تو بیوہ کا نکلنا بدرجہ اولیٰ درست ہے۔ (۱)

(۳) حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی حضرت اسماءؓ کی شادی حضرت زبیر ابن العوامؓ سے ہوئی تھی وہ اپنا قصہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت زبیرؓ نے مجھ سے نکاح کیا تو ان کے پاس سوائے ایک اونٹ اور ایک گھوڑے کے نہ کوئی مال تھا اور نہ کوئی غلام تھا اور نہ کوئی چیز تھی، میں ہی گھوڑے کے لیے گھاس لاتی تھی اور میں ہی پانی بھی لایا کرتی تھی اور ڈول سیتی تھی اور آٹا گوندھتی تھی، لیکن روٹی پکانا ٹھیک سے نہ آتا تھا تو میری انصاری پڑوسن عورتیں پکا دیا کرتی تھیں اور میں زبیر کی اس زمین سے جو حضور ﷺ نے ان کو دی تھی اپنے سر پر کھجور کی گٹھلیاں اٹھا کر لایا کرتی تھی۔ (پھر حضرت ابوبکرؓ نے ان کو ایک خادم دے دیا تو انہوں نے یہ کام چھوڑ دیا تھا) (۲)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت اسماءؓ حضرت زبیرؓ کے باغ کی خدمت کرتی تھیں اور یہ ان کے معاش کا ذریعہ تھا مگر چونکہ ضرورت تھی اور حضرت زبیرؓ کے پاس کچھ نہ تھا اس لیے حضرت اسماءؓ کو بھی باہر نکلنا پڑا۔

غرض ان استدلالی مثالوں سے یہ ضرور ثابت ہوتا ہے کہ بضرورت معاش بھی وہ بھی عورت نکل سکتی ہے مگر مغربی تہذیب کی طرح عورت کا معاشی سرگرمی کو مستقل

(۱) حاشیہ سندی ۲/۱۹۷ (۲) بخاری ۲/۷۸۶

اختیار کر لیا۔ اسلامی مذاق و مزاج سے کوئی ہم آہنگی نہیں رکھتا۔

مغربی تہذیب نے آزادیِ نسواں اور مساواتِ مرد و زن کے خوشنما نعروں اور لفظوں سے غش کر دیا ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ عورت کو اس معاشرہ میں نہ مرد کے مساوی کوئی درجہ حاصل ہے اور نہ معاشی اعتبار سے کوئی خاطر خواہ اور معقول کام اور معاوضہ ہے اور اگر کہیں معاوضہ ہے بھی تو کام انتہائی گھٹیا لیا جا رہا ہے۔ آخر میں ایک دلچسپ خبر کا ذکر کرنا بھی موزوں و مناسب رہے گا۔ وہ یہ ہے کہ نیویارک کے ایک مشہور ریستوران نے اپریل ۱۹۹۹ء میں ایک اشتہار دیا تھا کہ

"ایک ایسی ماڈل کا ہیڈ گرل کی ضرورت ہے جو مرغی کے انڈوں پر بیٹھ کر مرغی کی طرح بچے کا کام کرے۔ ایسی نوجوان خاتون کو روزانہ سو ڈالر اجرت دی جائے گی اور کام کے اختتام پر ایک ہزار ڈالر بطور انعام ملے گا"۔

معلوم ہے کہ اشتہار کے جواب میں اس ذلیل القدر خدمت کے لیے سات سو سے زائد درخواستیں موصول ہوئیں۔ (۱)

مولانا تقی امینی نے مغرب کے اس حیا سوز معاشرہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

"اس کو (عورت کو) بزمِ عیش کا کھلونا بنایا، اس کے شیشۂ دل کو اپنی ہوس کا پردہ بنایا، اس کے آئینۂ عصمت کو نوکِ سنان پر چڑھایا، اس کے معصوم حسن کو نمائش کے بازار میں فروخت کیا، اور جب ان سب میں وہ بے زبان تھکی تو مرغیوں کی طرح اس کو انڈے سینے پر لگایا۔ (۲)

● عورت اور دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں:

اسلام کی تبلیغ و اشاعت کی طرف دعوت اہل اسلام کا ایک اہم ترین فریضہ ہے

---

(۱) اسلام اور جدید دور کے مسائل، مولانا تقی امینی ص ۲۰۲ (۲) ایضاً

اور اس ذمہ داری میں مردوں کے ساتھ عورتیں بھی برابر کی شریک ہیں البتہ عورت کی خدمات کا ایک اہم دائرہ اور میدان دعوت و تبلیغ بھی ہے اور اس ذمہ داری میں بھی ان کے شریک اور ہم دوش ہونے پر آیت بڑی ہی واضح ہے۔

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ﴾ (توبہ: ۷۱)

(مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں، بھلائی کا حکم کرتے ہیں اور برائی سے منع کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور زکوۃ دیتے ہیں اور اللہ و رسول کی اطاعت کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرتا ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے)

اس آیت میں مومن مردوں اور مومن عورتوں دونوں کی صفات و اعمال کا ذکر ہے اور ان میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا ذکر سب سے مقدم ہے۔

معلوم ہوا کہ مومن مرد اور عورت کی یہ اولین ذمہ داری ہے کہ اپنی اصلاح کے بعد سب سے پہلے دوسروں تک پیغام حق کو پہنچانے اور معروفات کی اشاعت کرنے اور منکرات کے ختم کرنے کی فکر کریں، البتہ مرد کی اس خدمت کا دائرہ اور ہوگا اور عورت کا دائرۂ خدمت اور ہوگا۔ عورت کو زیادہ تر اپنے گھر کے افراد، بچوں، شوہر، بھائی، بہن کی طرف توجہ دینا چاہئے۔ بچوں کی اصلاح سب سے مقدم ہے کہ وہ اس کے ماتحت ہیں اور اس پر ہم گزشتہ صفحات میں تفصیل کے ساتھ روشنی ڈال چکے ہیں۔

شوہر کو معروف کی راہ پر لانا اور منکرات سے بچانا بھی عورت کی ذمہ داری ہے اور یہ کام کرنے والی عورت اللہ اور رسول کی نظر میں بہت ہی بڑے مقام و مرتبہ کی عورت ہوتی ہے۔ ایک حدیث میں اس طرف اشارہ ملتا ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

Scanned with CamScanner

"اللہ رحم کرے اس عورت پر جو رات کے ایک حصہ میں بیدار ہو اور نماز پڑھے، پھر اپنے خاوند کو بیدار کرے، وہ اگر نہ اٹھے تو اس کے چہرے پر پانی چھڑک دے۔"(۱)

ایک حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ آدمی کے لیے دنیا میں بہترین دولت کیا ہے جس کو وہ بنائے؟ آپ نے فرمایا:

"لِسَانٌ ذَاكِرٌ وَقَلْبٌ شَاكِرٌ وَزَوْجَةٌ مُؤْمِنَةٌ تُعِينُهُ عَلَى إِيمَانِهِ"

(سب سے بہترین دولت یہ ہے کہ: ذکر کرنے والی زبان، شکر کرنے والا دل اور مومن بیوی، جو ایمان کے راستے میں تعاون کرے۔)(۲)

غرض عورت کو چاہیے کہ شوہر کو نیک راہ پر لانے کی کوشش کرے۔ (یہ جب ہے کہ شوہر نیک نہ ہو، اگر وہ نیک ہے تو پھر اس کی نیک روش میں اس کا ساتھ دے رکاوٹ نہ پیدا کرے)

اس کے بعد اپنے احباب، رشتہ دار، پڑوسی وغیرہ کی طرف بھی توجہ کرے اور خوش اسلوبی، محبت، دانائی اور تہذیب واخلاق کے ساتھ لوگوں میں معروفات کی اشاعت اور منکرات کی اصلاح کی فکر وکوشش کرتی رہے۔

دعا و اختتام

آخر میں گزارش ہے کہ دین وشریعت کے اس پیغام کو جو عورت کی اصلاح وتربیت کا انتظام ہے، اپنانے اور اپنی عورتوں اور بچیوں میں پیدا کرنے کی فکر کریں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دین اسلام سے سچی محبت وعقیدت اور اس پر پکا ایمان وایقان اور اس پر عمل کی پوری صلاحیت وتوفیق عطا فرمائے۔

فقط

محمد شعیب اللہ خان مفتاحی عفی عنہ

---

(۱) ابو داود، نسائی: ۱۳۱۰ (۲) ترمذی: ۳۰۹۴

www.besturdubooks.wordpress.com

بزم علماء والأئمة

الحمدللہ

موقع کی مناسبت سے ہر جمعہ بیان کا عنوان ۔۔۔ اور اس عنوان پہ تیاری کا مواد بصورتِ کتب فراہم کیا جاتا ہے

برائے رابطہ

03345613913

علماء ، طلباء اور خطباء کو اس گروپ میں شامل کروائیں

Scanned with CamScanner